

ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟



رشید گل

لیکچرر لائے ایم۔ یونیورسٹی کراچی

طاہری پبلیکیشنز حیدرآباد

”یہ کتاب ایک علمی، عملی، فکری،

اصلاحی، انقلابی، تحقیق اور دینی

کاوش ہے۔ اس کے عنوانات عقلی و منطقی

طور پر آپس میں اتنے مربوط ہیں کہ اگر آپ صرف ایک مرتبہ

شروع سے آخر تک انہیں اسی ترتیب سے پوری توجہ کے ساتھ پڑھ لیں

گے تو انشاء اللہ ساری کتاب آپ کے فکر و عمل میں رچ بس جائے گی۔“

کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ کسی شخص کو کسی بُرے کام سے روکنے کا بہترین طریقہ

یہ ہے کہ آپ اُسے کچھ نہ کہیں بلکہ اس سے صرف اتنا سوال کر لیں کہ ”کیا یہ کام تم

اپنے لئے پسند کرتے ہو؟

”Do you like it for yourself?“ اگر اس شخص کا ضمیر زندہ ہے تو وہ

یقیناً بُرے کام سے فوراً رُک جائے گا۔

پس

“ Nine-Steps way to change the way of thinking
in a positive way which if practised a day, would
keep all negative thoughts away all
complains awya all troubles away and that too,
in a consrructive, active and effective way” .

ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟

سورۃ الرعد کی آیت نمبر ۱۱ کی ایک تفسیر کے مطابق:

"سوچ بدلے گی تو انسان بدلے گا اور ایک انسان بدلے گا تو سارا جہان

بدلے گا۔ مگر سوال یہ ہے کہ سوچ کو کیسے بدلا جائے؟"

"سوچ کو بدلنے کا یہ طریقہ دو احادیث سے ماخوذ نو steps پر مشتمل ہے"

"پہلی حدیث بلاشبہ World-Peace-Maintainer،

Universal-Trouble-Shooter اور Global-Justice-Sustainer ہے

"نیز یہ حدیث تمام اسلامی تعلیمات کا ایسا جامع خلاصہ ہے کہ اگر صرف اس

ایک حدیث پر عمل کر لیا جائے تو گویا

اسلام کی دیگر تمام تعلیمات پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے"

"دوسری حدیث اگرچہ نبی اکرم ﷺ کی بظاہر ایک مختصر "بات" ہے مگر

درحقیقت اس میں اصلاح افکار اور تعمیر کردار کی پوری "کائنات" ہے"

رشید گل

لیکچرار اے۔ آئی۔ ایم۔ یونیورسٹی کراچی

طاہری پبلیکیشنز حیدرآباد

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب: ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟
مصنف: رشید گل لیکچرار اے آئی ایم یونیورسٹی
اسلامک سینٹر بلاک "بی" نارتھ ناظم آباد کراچی
کمپوزنگ: محمد نواز ہاشم، محمد اویس طاہری و ہدایت اللہ
نظر ثانی: محمد صادق بلوچ (پروفیسر و قافی اردو یونیورسٹی کراچی)
اشاعت اول: دسمبر 2004
تعداد: ایک ہزار
قیمت: 12 روپے

ملنے کے پتے

- ☆: محمد آصف ظہیر (اسلامک سینٹر، بی بلاک نارتھ ناظم آباد نزد پورڈ آفس کراچی۔
☆: طاہری پبلیکیشنز کوآرڈینر 290 پونٹ نمبر B-4 لطیف آباد حیدر آباد
☆: مدینہ فوٹو اسٹیٹ اینڈ اسٹیشنری متعل بلال مسجد پریڈی تھانہ صدر کراچی۔

فہرست

صفحہ نمبر	آئینہ پسند	نمبر شمار
۸	تقریریں	۱
۹	پیش لفظ	۲
۱۰	انسان کو درپیش حالات و مسائل اور تبدیلی کی ضرورت	۳
۱۰	ہمہ گیر تبدیلی کیسے لائی جائے اور	۴
۱۱	اپنے احوال کو کیسے بدلا جائے؟	۵
۱۱	اس تبدیلی کے پھیلاؤ کی فطری ترتیب..... ابتداء سے انتہا تک	۶
۱۲	سوچ کو بدلنے کا طریقہ	۷
۱۲	یہ طریقہ کہاں سے لیا گیا ہے اور کیسے؟	۸
۱۳	اس حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے چھ اصولی باتیں	۹
۱۳	پہلی بات۔۔۔۔۔ (لا یؤمن۔۔۔۔۔ "کامل" مومن)	۱۰
۱۳	دوسری بات۔۔۔۔۔ (لا خیہ۔۔۔۔۔ "تمام مردوں اور عورتوں کے لئے")	۱۱
۱۵	تیسری بات۔۔۔۔۔ (ما یحب۔۔۔۔۔ جو کچھ پسند کرے؟)	۱۲
۱۶	چوتھی بات۔۔۔۔۔ (لا خیہ۔۔۔۔۔ مومن اور کافر کے لئے)	۱۳
۱۶	پانچویں بات۔۔۔۔۔ (ما یحب۔۔۔۔۔ پسند اور "نا پسند")	۱۴
۱۸	چھٹی بات۔۔۔۔۔ (احذکم۔۔۔۔۔ مطلق ہے)	۱۵
۱۹	یہ حدیث ہم سے مطالبہ کیا کرتی ہے؟	۱۶
۲۰	دو لفظوں اور دو جملوں میں مطالبہ حدیث	۱۷
۲۰	مطالبہ حدیث کے پانچ رخ	۱۸
۲۰	پہلا رخ	۱۹
۲۰	دوسرا رخ	۲۰
۲۱	تیسرا رخ	۲۱
۲۲	چوتھا رخ	۲۲

نمبر شمار	آئینہ پسند	صفحہ نمبر
۲۳	پانچواں رخ	۲۲
۲۴	جمع تعلیمات اسلام میں اس حدیث کے انقلابی کردار کا خلاصہ	۲۲
۲۵	دوسری حدیث کا پہلا حصہ اور اس کا پہلا رخ	۲۳
۲۶	پہلا رخ۔۔۔ پہلا مرحلہ : دوسروں کی خامی کو اپنی خامی سمجھیں	۲۵
۲۷	پہلا رخ۔۔۔ دوسرا مرحلہ : اپنی خامی دور کریں	۲۵
۲۸	پہلا رخ۔۔۔ تیسرا مرحلہ : اپنی خامی کیسے دور کریں؟	۲۶
۲۹	پہلا رخ۔۔۔ چوتھا مرحلہ : دوسروں کی خامی دور کریں؟ مگر	۲۶
۳۰	حدیث آئینہ کے اسی پہلے حصے کا دوسرا رخ	۲۸
۳۱	دوسرا رخ۔۔۔ پہلا مرحلہ : دوسروں کی خوبی کو اپنی خوبی سمجھیں	۲۸
۳۲	دوسرا رخ۔۔۔ دوسرا مرحلہ : دوسروں کی خوبی پر خوش ہوں	۲۸
۳۳	دوسرا رخ۔۔۔ تیسرا مرحلہ : دوسروں کی خوبیوں کو اپنائیں	۲۹
۳۴	دوسرا رخ۔۔۔ چوتھا مرحلہ : دوسروں کو ان کی خوبیاں بتائیں مگر	۳۰
۳۵	حدیث آئینہ کا دوسرا حصہ	۳۰
۳۶	حدیث آئینہ کا دوسرا حصہ اور اس کا پہلا رخ	۳۱
۳۷	ایکس دلچسپ نکات	۳۱
۳۸	حدیث آئینہ کا دوسرا حصہ اور اس کا دوسرا رخ	۳۶
۳۹	گیارہ دلچسپ نکات	۳۶
۴۰	خلاصہ عنوان	۴۱
۴۱	اس طریقہ کو کیسے یاد رکھا جائے؟	۴۲
	حصہ ب	
۴۲	پہلی حدیث "پسند و ناپسند" کی عملی مثالیں	۴۳
۴۳	کسی کو برے کام سے روکنے کا بہترین طریقہ	۴۳

نمبر شمار	آئینہ پسند	صفحہ نمبر
۴۴	حدیث آئینہ کی عملی مثالیں	۴۵
۴۵	سوال و جواب۔۔۔ کسی کی تعریف کرنا	۴۷
۴۶	ایک نگر ساز واقعہ	۴۸
۴۷	سوال و جواب۔۔۔ کسی کی خامیوں کا مذاق اڑانا	۴۹
۴۸	ایک واقعہ	۴۹
۴۹	سوال و جواب۔۔۔ دوسرا ایک ہی جگہ شادی کرنا پسند کریں تو؟	۵۰
۵۰	پہلا واقعہ	۵۰
۵۱	دوسرا واقعہ	۵۱
۵۲	سوال و جواب۔۔۔ آئینے کی طرح خاموش؟	۵۲
۵۳	پہلا واقعہ	۵۲
۵۴	دوسرا واقعہ	۵۲
۵۵	نگر ساز لطیفہ	۵۳
۵۶	حدیث آئینہ۔۔۔ کیا ہمیشہ خاموشی اختیار کرنا حکمت ہے؟	۵۳
۵۷	واقعہ	۵۵
۵۸	اس واقعہ سے دیگر اسباق "Lessons"	۵۶
۵۹	عورتوں کا حقوق و فرائض سے آگاہی	۵۶
۶۰	عورتوں کی اسلامی تعلیم و تربیت	۵۶
۶۱	اسلام میں آزادی اظہار رائے	۵۶
۶۲	تذکیر۔۔۔ دوسروں کو یاد دلانا۔	۵۷
۶۳	اپنی غلطی فوراً تسلیم کرنا۔	۵۷
۶۴	نماز اور سب کے سامنے اپنی غلطی ماننا۔	۵۸
۶۵	سوال و جواب۔۔۔ دعائے آئینہ	۵۹
۶۶	اس دعا میں انسانی سوچ کو تعمیری رخ پر رکھنے کے لئے چار سبق	۵۹
۶۷	حواشی و حوالہ جات	۶۲

تقریض

بسم الله الرحمن الرحيم
حامداً و مصلیاً و مسلماً!

اما بعد! عزیز القدر محترم مولانا رشید گل صاحب کی ”ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟“ کتاب سامنے ہے جو کہ کردار سازی کے موضوع پر ایک اچھوتی اور قابل قدر تحریر بلکہ ایک مفصل تقریر ہے۔

وہ بھی ایک زمانہ تھا جب کسی بھی موضوع پر کتابیں تلاش کرنا پڑتی تھیں مارکیٹ میں موجود محدود کتب فروشوں سے بار بار معلوم کیا جاتا اور منہ مانگے دام دے کر کتابیں خریدی جاتیں اور اب یہ زمانہ ہے کہ ہر موضوع پر ڈھیروں کتابیں ہر وقت دستیاب ہیں۔ کتابت و طباعت کا معیار ہو یا تحریر و بیاں اور استدلال کا انداز ایک سے ایک بڑھ کر معیاری اور موجودہ مہنگائی کے اعتبار سے قیمتیں انتہائی مناسب اور معقول۔

ہاں اگر فرق ہے تو تاثیر اور فقط تاثیر کا۔ جس میں بڑی حد تک مؤلف و مصنف کے خلوص و لہجہ کا دخل ہوتا ہے۔ لفاظی اور خوش بیانی سے خاص کر آج کل بہت ہی کم لوگ متاثر ہوتے ہیں چونکہ محترمی مولانا رشید گل صاحب ایک طرف خود گفتار سے زیادہ کردار کے قائل، نیک و صالح اور پاکستان کے ایک معیاری ادارہ جامعہ علمیہ (المرکز الاسلامی) کے عالم باعمل استاد ہیں، دوسری طرف عالم اسلام کے ایک عظیم مفکر اور کردار ساز شخصیت عالم باعمل اور دور حاضر کے ولی کامل پیر طریقت حضرت خواجہ الحاج محمد طاہر بخش نقشبندی المعروف حضرت بجن سائیں مدظلہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ اللہ آباد شریف کے مخلص مرید سادہ مزاج اور اصلاح امت کا ولی جذبہ رکھنے والے نوجواں ہیں۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی یہ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ کردار سازی میں بھی اہم کردار ادا کرے گی۔

اے دعا از من و از جملہ جہاں امین باد

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ وسلم

رقم: فقیر حبیب الرحمن مبول طاہری

مکتبہ الحبيب اللہ آباد شریف کنڈیارسندھ

پیش لفظ

اس عنوان پر راقم نے استاذ المکرم شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ ابو الفہم انوار اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الجامعہ اے۔ آئی۔ ایم۔ یونیورسٹی) کی مشفقانہ اجازت سے علمیہ فورم ہال میں ۱۲ جولائی ۲۰۰۴ کو ایک لیکچر دیا تھا جس میں یونیورسٹی کے طلبہ کی رضا کارانہ شرکت کے علاوہ، استاذ المکرم محترم جناب حافظ مشیر بیگ صاحب (پروفیسر وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی)، استاذ المکرم محترم جناب محمد صادق بلوچ صاحب (پروفیسر وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی) محترم المقام عارف الدین صاحب، قابل احترام جناب حافظ عزیز الرحمن صاحب (لیکچررز۔ اے۔ آئی۔ ایم۔ یونیورسٹی) نے شرکت فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ اب اسی لیکچر کو استاذ المکرم محترم پروفیسر محمد صادق بلوچ صاحب کی ترغیب و تجویز پر حواشی و حوالا جات اور ذیلی عنوانات کے ساتھ کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

یہ کتاب میرے اساتذہ کرام اور والدین کریمین کی دعاؤں کے نتیجے میں ایک حقیر علمی، عملی، فکری، اصلاحی، انقلابی، تحقیقی اور دینی کاوش ہے۔ اس کے عنوانات عقلی اور منطقی طور پر آپس میں اتنے مربوط ہیں کہ اگر آپ صرف ایک مرتبہ شروع سے آخر تک انہیں اسی ترتیب سے پوری توجہ کے ساتھ پڑھ لیں گے تو انشاء اللہ ساری کتاب آپ کے فکر و عمل میں رچ بس جائے گی۔ چونکہ اس کتاب کا اسلوب تقریری ہے اس لئے آپ قاری نہیں بلکہ سامع بنیں اور یہ تصور کریں کہ یہ کتاب آپ سے مخاطب ہے۔

یاد رہے کہ اس کتاب میں زیر بحث موضوع کی زیادہ تر ایک جہت (فکری جہت) کو اجاگر کیا گیا ہے جب کہ دیگر جہات میں سے خصوصاً روحانی جہت کی حیثیت و اہمیت اپنی جگہ منسلّم ہے۔ نیز روحانی جہت کی بنیاد صرف کتاب ہی نہیں بلکہ حقیقت میں رفاقت صالحین ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ آمین!

رشید گل

انسان کو درپیش حالات و مسائل اور تبدیلی کی ضرورت

قارئین محترم! اگر ہم اپنے گرد و پیش لوگوں کے حالات پر نگاہ ڈالیں اور اپنے آپ سے لے کر ایک خاندان، ایک خاندان سے ایک معاشرہ، ایک معاشرہ سے ایک قوم، ایک ملت، ایک امت اور پھر ساری دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کے احوال (Conditions) کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ایک پر امن، با مقصد اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے انسان کو بے شمار مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

کہیں غربت (Poverty) کا مسئلہ ہے کہیں جہالت و ناخواندگی (Illiteracy) سے پیدا شدہ مشکلات ہیں، کہیں بدعنوانی (Corruption) کا ناسور ہے، کہیں دہشت گردی (Terrorism) کا عفریت ہے، کہیں تشدد (Violence) اور انتہا پسندی (Extremism) کے مصائب ہیں، کہیں عدم رواداری (Intolerance) ہے، کہیں ظلم و ناانسانی (Injustice) ہے، کہیں خیانت (Dishonesty) اور دھوکہ دہی (Cheating) ہے۔ احساس فرض (Sense of Duty) نہیں، احساس ذمہ داری (Sense of Responsibility) نہیں، احساس جواب دہی (Sense of Accountability) نہیں۔

الحق تعالیٰ انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر (On individual and collective level) تمام شعبہ ہائے زندگی میں بے شمار خرابیاں، برائیاں (evils) اور مسائل ہیں۔ یہ تمام مسائل ایک پر امن، با مقصد اور کامیاب زندگی گزارنے کیلئے پر امن، پر اثر، مستقل اور دائمی حل چاہتے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر بگڑے ہوئے یہ حالات ایک ہمہ گیر تبدیلی اور انقلاب کا تقاضا کرتے ہیں لیکن یہاں انتہائی اہم سوال یہ ہے کہ:

ہمہ گیر تبدیلی کیسے لائی جائے اور

۱: اس ہمہ گیر تبدیلی کا نقطہ آغاز (Starting Point of Universal Change) کیا ہے؟

۲: اس ہمہ گیر تبدیلی کا طریقہ کار (Method of Universal Change) کیا ہے؟

جواب: قرآن حکیم میں اللہ رب العزت سورۃ رعد میں اس ہمہ گیر تبدیلی کا نقطہ آغاز بتاتے

ہوئے فرماتا ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ" (۱) ترجمہ: "بے شک اللہ اس وقت تک لوگوں کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں۔"

اس آیت مقدسہ کی ایک تفسیر یہ ہے کہ لوگوں کے حالات بدلنے کے لئے ہمیں اپنے حالات کو بدلنا ہوگا۔ فرمایا: بیشک اللہ اس وقت تک لوگوں کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت نہ بدلیں۔ یاد رکھیے! ہمارا اور آپ کا شمار بھی لوگوں میں ہوتا ہے۔ جہات اور فرشتوں میں نہیں ہوتا۔ اس لئے لوگوں کی حالت کو بدلنے کے لئے ہمیں خود اپنی حالت کو بدلنا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ:

اپنے احوال (Conditions) کو کیسے بدلا جائے؟

یعنی جب دنیا کی حالت کو بدلنے کے لئے اپنی حالت کو بدلنا ہوگا تو پھر اپنی حالت کو بدلنے کیلئے کسے بدلنا ہوگا؟ اپنی حالت بدلنے کے لئے ہمیں اپنی سوچ کو بدلنا ہوگا، اپنے انداز فکر کو بدلنا ہوگا۔

لیکن کون؟ اس لئے کہ جب آپ کی سوچ بدلے گی تو آپ بدلیں گے..... آپ کے احساسات بدلیں گے، آپ کے نظریات بدلیں گے، آپ کا اخلاق و کردار بدلے گا، آپ کا دوسرے لوگوں کے ساتھ رویہ اور سلوک بدلے گا، آپ کے اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کا ہر انداز بدلے گا۔ آپ کے اقوال، آپ کے اعمال، آپ کے افعال، اور آپ کے احوال بدلیں گے۔ آپ کا رنگ ڈھنگ اور رنگ، آپ کی امنگ اور ترنگ الغرض سب کچھ بدل جائے گا۔

آپ کے سوچنے کا انداز بدلنے سے آپ کی دنیا بدل جائے گی اور پھر قبولِ شفعے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جگہ آگ تو جل رہی ہو مگر اس آگ کی تپش و حرارت قرب و جوار تک نہ پہنچ سکے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک جگہ تروتازہ اور خوشبو دار پھول تو موجود ہو مگر اس خوشبو دار پھول کی خوشبو دوسروں تک نہ پہنچ سکے..... ہاں یہ! گت بات ہے کہ کسی کی ناک ہی بند ہو تو وہ خوشبو محسوس نہیں کر سکتا، مگر اس کا بھی تو علاج ممکن ہے۔

اس تبدیلی کے پہلاؤ کی فطری ترتیب.. ابتدا سے انتہا تک سوچ جب آپ کی سوچ بدلے گی تو آپ بدلیں گے آپ بدلیں گے تو ایک فرد

بدلے گا اور جب ایک فرد بدلے گا تو پھر اس فرد کے فکری حرارت سے اور اس کے علم و عمل اور اخلاق و کردار کی خوشبو سے افراد بدلیں گے اور جب افراد بدلیں گے تو ایک معاشرہ بدلے گا۔ ایک معاشرہ بدلے گا تو پھر ایک قوم، ایک ملت اور ایک امت بدلے گی اور آج ایک امت بدلے گی تو ساری دنیا بدلے گی۔

اختصاراً سوچ بدلے گی تو ایک انسان بدلے گا اور اک انسان بدلے گا تو سارا جہان بدلے گا اب سوال یہ ہے کہ سوچ کو کیسے بدلا جائے کہ ایک انسان بدلے اور پھر سارا جہان بدلے؟ سوچ کو بدلنے کا بھی تو کوئی اصول و طریقہ ہونا چاہیے۔ way of thinking کو Change کرنے کے لئے بھی تو کوئی Way ہونا چاہیے اور پھر سوچ کو بدلنے کا یہ اصول، یہ طریقہ اور Way ایسا ہونا چاہیے کہ جس کو دنیا کا ہر فرد آسانی سے سمجھ بھی سکے اور آسانی کے ساتھ اپنا بھی سکے۔

سوچ کو بدلنے کا طریقہ: آج ہم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سوچ کو بدلنے کا ایسا ہی مطلوبہ اور ہر لحاظ پر طریقہ بتا رہے ہیں۔ یقین کیجئے! سوچ کو بدلنے کے اس طریقہ کے بارے میں مشاہدات، تجربات، اور غور و فکر کی بنیاد پر پورے وثوق، پورے اعتماد اور دعوے سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ طریقہ ایک ایسا آسان، ایک ایسا ہمہ گیر اور عالمگیر اور انقلاب آفرین طریقہ ہے کہ جس کو دنیا کا ہر شخص (خواہ وہ مرد ہو یا عورت) ہر وقت، ہر جگہ، ہر حال، اور ہر عمر میں بلا مبالغہ سن شعور سے لیکر مرتے دم تک تمام لحاظ زندگی میں اور تمام شعبہ ہائے زندگی میں بغیر کسی مشقت کے اور بغیر کسی کی مدد لئے بذات خود بڑی آسانی سے سمجھ بھی سکتا ہے اور سمجھا کر پھیلایا بھی سکتا ہے۔

یہ طریقہ کہاں سے لیا گیا ہے اور کیسے؟

سوچ کو بدلنے کا یہ طریقہ سید المرسلین و خاتم النبیین ﷺ کی دو مختصری احادیث مبارکہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ طریقہ ان دو حدیثوں کے Contents کا Combination ہے۔

پہلی حدیث: بخاری و مسلم کی توفیق نایہ حدیث ہے۔ خادم رسول اللہ ﷺ حضرت ابو حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِإِخْوَتِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ“ (۲)

ترجمہ: ”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہ کچھ نہ چاہے اور پسند کرے جو کچھ وہ اپنے لئے چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔“

اس حدیث مبارکہ سے سوچ کو بدلنے کا طریقہ اخذ کرنے سے قبل ضروری ہے کہ حدیث کے اصل مفہوم و مضمون، صحیح اطلاق اور کمال وسعت کو سمجھنے کے لئے چند اصولی اور بنیادی باتوں کا خیال رکھا جائے۔

اس حدیث کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے چارہ اصولی باتیں:
(لا يؤمن ”کامل“ مومن)

یہ حدیث مبارکہ جن الفاظ سے شروع ہو رہی ہے وہ ہیں ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ“ ان الفاظ کا لفظی معنی (Literal meaning) تو یہ ہے کہ ”تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا“، ”تم میں سے کوئی مومن نہیں“ لیکن یہاں یہ لفظی معنی مراد نہیں بلکہ یہاں ان الفاظ میں لفظ ”کامل“ کو مقدر یعنی Omitted and understood مانا جائے گا اور معنی ہوگا ”تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں“ (۳) اور نہ اگر ”کامل مومن“ کے بجائے صرف یہ کہا جائے کہ ”تم میں سے کوئی مومن نہیں“ تو اس سے یہ لازم آسکتا ہے کہ جو شخص اس حدیث پر عمل نہیں کرتا وہ مومن نہ رہے بلکہ کافر بن جائے اور بحیثیت امت مسلمہ ہمارا مشن مومنوں کو بغیر کسی شرعی وجہ کے کافر قرار دینا نہیں بلکہ کافروں کو اپنے علم و عمل سے اور اخلاق و کردار سے، حکمت کے ساتھ پیغام اسلام پہنچا کر اور سمجھا کر بغیر کسی جبر و اکراہ کے اسلام کے دائرے میں لانا ہے۔

بہر حال اس حدیث میں ”لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ“ سے مراد ہے تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں بن سکتا ”تم میں سے مومن تو ہر ایک ہے مگر ”کامل مومن“ (perfect believer) نہیں جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہ کچھ نہ چاہے اور پسند کرے جو کچھ وہ اپنے لئے چاہتا ہے اور پسند کرتا ہے۔ یاد رہے کہ لفظ ”کامل“ (perfect) کا اضافہ ہم نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ یہ ”إِخْوَتَاهُ النَّصْ“ کے مسلمہ قاعدے کے تحت آتا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ یہ قاعدہ قرآن و حدیث میں کئی مقامات پر بالاتفاق استعمال (apply) ہوتا ہے۔ نیز یہاں اس حدیث میں لفظ ”کامل“ کی تائید مسند احمد

کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔

☆ دوسری بات: (لاعیہ..... تمام مردوں اور عورتوں کے لئے)

خاتم حدیث کو سمجھنے کے لئے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے "لاعیہ" وہ کچھ نہ پسند کرے اور چاہے جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا اور چاہتا ہے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بہن کے لئے جو کچھ چاہے اور پسند کرے پھر بھی کامل مومن رہ سکتا ہے؟ کیا یہ حدیث صرف بھائی کے لئے ہے، بہن کے لئے نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث سے صرف بھائی ہی نہیں بلکہ بہن بھی مراد ہے اور صرف بہن بھائی ہی مراد نہیں بلکہ تمام مرد اور عورتیں مراد ہیں۔

کیوں اور کیسے؟ اس لئے کہ:

(۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات قرآن و احادیث میں عورتوں کا نام لے کر کوئی حکم دیا جاتا ہے مثلاً سورۃ النساء میں فرمایا:

"وَالنِّسَاءُ نَجِسَاتٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ" (۳)

ترجمہ: "اور عورتوں کے لئے والدین اور قرابت داروں کی وراثت سے حصہ ہے (چاہے) وہ وراثت کم ہو یا زیادہ" مگر اکثر و بیشتر قرآن و حدیث کا اسلوب اور اسٹائل یہ ہے کہ مردوں کو خطاب کر کے کوئی حکم دیا جاتا ہے مگر عورتیں اس حکم میں داخل ہوتی ہیں۔ مثلاً: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْبِبُوا لِلنَّاسِ مَا أَحْبَبَ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ" (۵)

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔"

اسی اسلوب کے مطابق اس حدیث میں بھی اگرچہ نام بھائی (مرد) کا لیا گیا ہے مگر بہن (عورت) بھی اس سے مراد ہے۔

(۲) خود قرآن پاک میں "اخ" کا لفظ (جس کا لفظی معنی بھائی ہے) صرف بھائی کیلئے ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ بہن کے لئے بھی استعمال ہوا ہے مثلاً دیکھیے سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱:

"فَإِنْ كَانَ لِلْإِسْخَةِ" (۶) "اسی" "اسخوان و اسخوات" (۷)

اسی طرح سورۃ النساء کی آخری آیت میں فرمایا: "وَأَن كَانُوا إِسْخَةً"

ترجمہ: "اور اگر بھائی ہوں" اور پھر خود ہی صریح وضاحت کر دی کہ "اِسْخَةُ" بھائیوں سے

کیا مراد ہے۔ "اِسْخَةُ" "وَلِلسَاءِ" (۶) "بھائی، مرد یا عورتیں ہوں۔"

پس جس طرح ان آیات میں "اخ" کا لفظ صرف بھائی کے لئے نہیں بلکہ بہن کیلئے بھی آیا ہے اور صرف حقیقی بہن بھائیوں کیلئے ہی نہیں بلکہ دوسرے مرد اور عورتوں کیلئے بھی استعمال ہوا ہے اسی طرح اس حدیث میں بھی "اخ" (بھائی) کے لفظ سے مراد تمام مرد اور عورتیں ہیں۔

(۳) مسند احمد کی ایک روایت میں "لاعیہ" بھائی کے بجائے "لِلنَّاسِ" لوگوں کا لفظ ہے۔ لوگوں "الناس" کے لفظ میں تمام مرد و عورتیں آ جاتی ہیں۔ لہذا حدیث سے مراد ہے تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ تمام مرد اور تمام عورتوں کیلئے وہ کچھ نہ چاہے اور پسند کرے جو کچھ وہ اپنے لئے چاہتا اور پسند کرتا ہے۔

☆ تیسری بات: (ما یحب..... جو کچھ پسند کرے؟)

خاتم حدیث کو سمجھنے کیلئے تیسری بات لفظ "ما یحب" یعنی "جو کچھ پسند کرے" سے متعلق ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ فرض کیجئے کہ ایک نام نہاد مسلمان اپنے دوست کو آپ کے سامنے پینے کیلئے شراب پیش کرتا ہے اور آپ یہ دیکھ کر حیرت سے فوراً بول پڑتے ہیں کہ بھائی آپ اپنے دوست کو شراب پیش کر رہے ہیں! آپ تو مسلمان ہیں۔ وہ جواباً کہتا ہے۔ الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور کامل مسلمان ہوں، حدیث پر عمل کرتا ہوں۔ دیکھو حدیث میں آیا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔ شراب پینا چونکہ میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں اس لئے دوسروں کیلئے بھی پسند کرتا ہوں۔ لہذا میں تو کامل مومن ہوں اور حدیث میں شراب کا تو ذکر ہی نہیں۔ یقیناً ایسا استدلال بالکل غلط ہے۔ (۸) اس لئے کہ:

(۱) جو چیز کہیں مذکور (mentioned) نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ

چیز موجود (existent) بھی نہ ہو۔ اسی لئے as a scientific method اور as a

"universal truth" یہ کہا جاتا ہے کہ "Absence of evidence does not

"mean an evidence of absence" جس کا مطلب ہے کہ اگرچہ اس

حدیث میں صراحتاً (explicitly) مذکور (mentioned) نہیں لیکن اس کا مطلب ہرگز

یہ نہیں ہے کہ حرم شراب اسلام میں موجود (existent) ہی نہیں۔

(۲): یہ ہزاروں احادیث میں سے صرف ایک حدیث ہے اور بھی کسی ایک آیت یا ایک حدیث یا چند آیات و احادیث کو لے کر اُس وقت تک کامل حقیقت کو نہیں جانتا جاسکتا جب تک کہ متعلقہ موضوع پر ملنے والی موافق اور بظاہر مخالف مفہوم رکھنے والی تمام آیات و احادیث کو ایک جگہ جمع کر کے نہ دیکھا جائے۔ چند آیات و احادیث کو لے کر اور باقی سب کو نظر انداز کر کے بھی بھی

(valid conclusion) درست نتیجہ اخذ (draw) نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کے ساتھ اندھوں اور ہانسی والا معاملہ ہو جائے گا..... یعنی اسے کامل حقیقت نظر نہیں آئے گی۔ نیز اس طرح وہ one-sided اور extremist بن جائے گا اور راہ اعتدال سے ہٹ جائے گا۔ خود بھی غلط فہمی اور مخالفی کا شکار ہو جائے گا اور دوسروں کو بھی اس fallacy کا شکار کرتا رہے گا۔ یہی بات یہاں شراب سے متعلق بھی ہے کہ اگرچہ اس حدیث میں شراب کی حرمت کا ذکر صراحۃً نہیں مگر دوسری آیات و احادیث میں تو شراب اور دیگر تمام ممنوع اور بری چیزوں کا ذکر موجود ہے۔

(۳): اسلام میں پسند و ناپسند کا معیار پہلے سے ہی (already) مقرر ہے۔ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی سب حدود متعین ہیں۔ اس لئے وہ تمام چیزیں جو شریعت میں، نہ کہ طبیعت میں، ناپسندیدہ ہیں اُن سب چیزوں کو نہ تو کوئی مسلم اپنے لئے پسند کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کیلئے پسند کر سکتا ہے۔ لہذا... ایک مسلم اس بات کا پہلے ہی سے پابند ہے کہ وہ اپنے لئے اور دوسروں کیلئے صرف وہی چیز پسند کرے جو شریعت اس کیلئے پسند کرتی ہے۔

(لاخیرہ..... مومن اور کافر کے لئے)

☆ حتمی بات:

اگر کوئی کہے کہ اس حدیث میں چونکہ خطاب اہل ایمان سے ہے "لَا يُؤْمِنُ" اُخَذُ شَحْمَ یعنی تم مومنوں میں سے کوئی کامل مومن نہیں بن سکتا۔ اس لئے "لاخیرہ" اپنے بھائی سے مراد صرف مومن بھائی ہے اور کوئی غیر مومن اور کافر اس میں شامل نہیں ہو سکتا۔ لہذا کامل مومن بننے کیلئے تم مومنوں کیلئے وہ کچھ پسند کرو جو کچھ اپنے لئے پسند کرتے ہو اور غیر مومنوں اور کافروں کیلئے جو کچھ چاہو پسند کر لو کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ "اخ" یعنی بھائی کے زمرے میں نہیں آتے۔ یہ استدلال بھی حدیث کے اصل خطا اور وسعت کے

خلاف ہے (۹) کیوں؟ اس لئے کہ:

(۱): حدیث میں صرف یہ ہے کہ تم میں سے اُس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے "لاخیرہ" وہ کچھ پسند نہ کرے جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ غور کریں احادیث میں یہ الفاظ نہیں "لَا يُخَيِّدُ الْمُؤْمِنُ" اپنے مومن بھائی کے لئے اور نہ یہ الفاظ ہیں "لَا يُخَيِّدُ الْمُسْلِمُ" اپنے مسلم بھائی کے لئے بلکہ صرف یہ لفظ ہے "لاخیرہ" اپنے بھائی کیلئے یعنی لفظ "لاخیرہ" متعین نہیں بلکہ مطلق یعنی (general) ہے۔ بتائیں اس میں مومن اور غیر مومن، مسلم اور کافروں داخل ہیں۔

(۲): اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مومن اور کافر میں ایمان اور کفر کے اعتبار سے بہت بڑا فرق ہے مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دونوں اصلاً ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں اور جو اولاد ایک ہی ماں باپ سے ہو وہ آپس میں بہن بھائی ہوتی ہے۔ لہذا ایمان اور کفر کے فرق کے باوجود انسان ہونے کے اعتبار سے اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کے لحاظ سے، مومن اور کافر نسلی طور پر آپس میں بھائی ہیں۔

(۳): مسند احمد کی ایک روایت میں "لَاخیرہ" کی جگہ "بِلْسَانِ" کا لفظ ہے اور "الناس" (لوگوں) میں مومن و کافر سب مرد و عورت شامل ہیں۔ لہذا اس حدیث میں "لاخیرہ" کا اطلاق حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے لے کر قیامت تک کے تمام بنی نوع انسان (All human beings) پر ہوتا ہے۔

☆ پانچویں بات: (ماہیحب..... جو پسند اور ناپسند کرتا ہے)

اگرچہ اس حدیث میں صرف "پسند" کا ذکر ہے "نا پسند" کا ذکر صراحۃً نہیں، تاہم حدیث میں پسند و ناپسند دونوں مراد ہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ:

(۱): "پسند و ناپسند" دراصل دونوں ایک ہی حقیقت کے دو متضاد رخ ہیں۔
(۲): مسند احمد میں اسی مضمون کی دوسری حدیث میں "پسند" اور "نا پسند" دونوں کا ذکر صراحۃً ہے۔ دیکھئے: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے افضل ایمان کے بارے میں پوچھا (انہ سال النبی ﷺ عن الفضل الایمان) تو نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا کہ افضل ایمان یہ ہے کہ "تو اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور تو اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں (عادل و)

مشغول رکھے۔ "حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا "اس کے علاوہ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وَأَن تَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَتَكْرَهُ لَهُمْ مَا تَكْرَهُ لِنَفْسِكَ" (۱۰) یعنی اس کے علاوہ افضل ایمان یہ ہے کہ "تو لوگوں کیلئے وہ کچھ چاہے اور پسند کرے جو کچھ تو اپنے لئے چاہتا اور پسند کرتا ہے اور تو اُن کیلئے وہ کچھ نا پسند کرے جو کچھ تو اپنے لئے نا پسند کرتا ہے۔" یہ روایت زیر بحث حدیث کی ترجمانی کرتی ہے اور خود صاحب حدیث ﷺ کی زبانی کرتی ہے۔ اس روایت میں زیر بحث حدیث سے متعلق تین نکات کی صراحت ہے۔

(۱): سوال نفس ایمان کا نہیں بلکہ افضل وکمال ایمان سے متعلق ہے۔

(۲): اس روایت میں "لا خبیہ" کی جگہ "للناس" یعنی تمام نبی نوع انسان کا لفظ ہے۔

(۳): اس روایت میں پسند اور نا پسند دونوں کا صراحت ذکر ہے یعنی بالفاظ دیگر مسند احمد کی یہ روایت زیر بحث حدیث کے اجمال و اختصار (Brevity) کی نبوی تفصیل (Prophetic exposition) ہے۔

☆ چھٹی بات: (احد کم)۔۔۔ "مطلق ہے" یعنی بلا قید و بلا تخصیص کوئی بھی مکلف شخص) زیر بحث حدیث کے کامل اطلاق کو سمجھنے کی چھٹی بات یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث ان لوگوں کیلئے ہے جو عربی جانتے ہیں، جو لکھے پڑھے ہیں یا جو مذہبی (Religious) کہلاتے ہیں۔ ہم تو عام لوگ ہیں، جو چاہیں لوگوں کے لئے پسند کر لیں، ہمارے لئے یہ حدیث نہیں ہے۔ ظاہر ہے یہ خیال بھی بالکل غلط ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ حدیث میں یوں نہیں فرمایا گیا کہ تم میں جو پڑھے لکھے ہیں یا مذہبی ہیں وہ اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتے جب تک کہ..... بلکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ"..... لفظ "أَحَدُكُمْ" مطلق (General and Unspecified) ہے جس کا معنی یہ ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کامل مومن نہیں بن سکتا:

(۱): چاہے وہ تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ۔

(۲): چاہے جوان ہو یا بوڑھا۔

(۳): چاہے مرد ہو یا عورت۔

(۳): چاہے لاکڑ ہو یا لکھڑ، مسلمان ہو یا مشرک، خواہ کسی پیشہ سے بھی متعلق ہو۔

(۵): چاہے باپ ہو یا بیٹا، ماں ہو یا بیٹی، لیکن ہو یا بھائی، خواہ کسی رشتہ سے بھی منسلک ہو۔

(۶): چاہے دن ہو یا رات، صبح ہو یا شام، خواہ جو بھی وقت ہو۔

(۷): چاہے کھڑا ہو یا بیٹھا، خواہ جس حال میں بھی ہو۔

(۸): چاہے وہ پاکستان میں ہو یا ہندوستان میں، خواہ جس جگہ بھی ہو۔

الغرض: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ "تم میں سے کوئی بھی منگٹھ شخص، کسی بھی جگہ..... کسی بھی وقت..... کسی بھی حال..... اور کسی بھی عمر میں، سن شعور سے لیکر مرتے دم تک کسی بھی لمحے اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ تمام انسانوں کے لئے وہ کچھ نہ چاہے اور پسند کرے جو کچھ وہ اپنے لئے شریعت کے تحت، چاہتا اور پسند کرتا ہے اور..... جب تک کہ وہ تمام انسانوں کیلئے وہ کچھ نا پسند نہ کرے جو کچھ وہ اپنے لئے، شریعت اور فطرت و سلبہ کے تحت، نا پسند کرتا ہے"

یہ وہ چار باتیں ہیں جن کا تعلق حدیث کے Implication اور Application سے ہے۔ ان باتوں کو ذہن نشین رکھتے بغیر اس حدیث کے کامل مفہوم و منشاء صحیح اطلاق و پیغام اور حدیث کے معنی و اطلاق میں پائی جانے والی بے مثال ہمہ گیریت (Comprehensiveness) اور بے مثال عالمگیریت (Universality) کو کامل طور پر سمجھا نہیں جاسکتا۔

اب سوال یہ ہے کہ اپنی تمام تر معنویت و جامعیت، ہمہ گیریت و عالمگیریت (With full implication and universal application) کے ساتھ

یہ حدیث ہم سے کیا مطالبہ کرتی ہے؟

اس سوال کا جواب اس ہمہ گیر تبدیلی کا طریق کار (Change

Method of Universal) بتائے گا جس کا نقطہ آغاز (starting point) سورۃ رعد کی آیت نمبر ۱۱ کی ایک تفسیر نے بتایا کہ سوچ بدلو تو انسان بدلے گا اور انسان بدلے گا تو سارا جہان بدلے گا۔

اس مطالبہ حدیث سے طریقہ تبدیلی فکر (Way to change the way of thinking) کا پہلا حصہ شروع ہو رہا ہے۔

دو لفظوں اور دو جملوں میں مطالبہ حدیث:

یہ مطالبہ حدیث دو لفظوں میں انسان کی "پسند اور نا پسند" (Likes and Dislikes) اور انسان کے چاہنے اور نہ چاہنے (Desire and Desire-not) سے متعلق ہے (۱) اس مطالبہ حدیث کو اگر دو جملوں میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ:

(۱) جو بھلائی، جو اچھائی، جو خیر، جو خوبی، اور جو جائز اور فائدہ مند شے آپ اپنی ذات کیلئے پسند کریں وہ آپ تمام انسانوں کے لئے پسند کریں۔

(ب) اور جو برائی، جو شر اور نقصان دہ شے آپ اپنی ذات کیلئے نا پسند کریں وہ آپ تمام انسانوں کیلئے نا پسند کریں۔

اس مطالبہ حدیث کو ہم کھولتے ہیں تو اس کے پانچ رخ دکھائی دیتے ہیں یعنی یہ مطالبہ حدیث penta-dimensional ہے۔

مطالبہ حدیث کے پانچ رخ

پہلا رخ: جب آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں کہ دوسرے لوگ آپ سے اچھا سلوک کریں تو پھر مطالبہ حدیث یہ ہے کہ آپ بھی دوسروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ مثلاً: آپ پسند کرتے ہیں کہ لوگ آپ سے سچ بولیں تو پھر آپ بھی لوگوں سے سچ بولیں۔ آپ پسند کرتے ہیں کہ ہر شخص آپ کی بات غور سے سنے تو پھر آپ بھی ہر شخص کی بات غور سے سنیں۔

اختصار: وہ تمام فضائل، خوبیاں، اچھائیاں، اعلیٰ اور بہترین چیزیں (All good things) جو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہ آپ کو دوسروں کیلئے پسند کرنا ہے۔

دوسرا رخ: آپ اپنے لئے نا پسند کرتے ہیں کہ لوگ آپ سے برا سلوک کریں تو پھر تقاضائے حدیث یہ ہے کہ آپ بھی لوگوں کے ساتھ برا سلوک نہ کریں۔

مثلاً: آپ نا پسند کرتے ہیں کہ آپ کو کوئی گالیاں دے، کوئی آپ سے جھوٹ بولے، کوئی آپ کو تنگ کرے تو پھر مطالبہ حدیث یہ ہے کہ آپ بھی کسی کو گالیاں نہ دیں، کسی سے جھوٹ نہ بولیں اور کسی کو تنگ نہ کریں۔

اختصار: وہ تمام رذائل اور برائیاں (All evils and bad things) جو آپ اپنے لئے نا پسند (Dislike) کرتے ہیں وہ آپ کو دوسروں کے لئے نا پسند کرنا ہے۔

پس جب بھی اور جس حال میں بھی آپ دوسروں کے بارے میں:

- ☆ کچھ سوچنا چاہیں۔
- ☆ اپنے کانوں سے کچھ سننا چاہیں۔
- ☆ اپنی آنکھوں سے کچھ دیکھنا چاہیں۔
- ☆ اپنی زبان سے کچھ بولنا چاہیں۔
- ☆ اپنے ہاتھوں سے کچھ کرنا چاہیں۔
- ☆ اور اپنے پاؤں سے کسی طرف چلنا چاہیں۔

الغرض سر سے پاؤں تک آپ اپنے جسم کی کسی بھی حرکت و سکت کو، کسی بھی انداز میں..... صراحت و ضابطہ کنایتہ اشارہ..... کسی بھی طرح دوسروں کیلئے استعمال میں لانا چاہیں تو سب سے پہلے اپنے زندہ ضمیر سے یہ پوچھ لیں کہ آیا جو کام آپ دوسروں کیلئے کرنا چاہتے ہیں کیا وہی کام آپ اپنے لئے بھی پسند کرتے ہیں کہ نہیں؟۔

اگر واقعہ وہ کام آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے تو فوراً رک جائیں اور دوسروں کے لئے ایسے کام کے خیال کو بھی اپنے ذہن سے جھٹک کر رکھ دیں اور اللہ سے دعا کریں کہ وہ ایسے نا پسندیدہ خیال کو آپ کے عمل میں ڈھلنے سے آپ کو ہمیشہ کے لئے اپنی حفاظت میں رکھے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر آپ اس شخص کے حق میں دعا کریں جس کے لئے آپ نے برا سوچا تھا۔ نیز اس کی بہتری اور بھلائی کے لئے عملاً کوئی کام بھی کریں تاکہ آپ کے نا پسندیدہ خیال کا عملاً ازالہ ہو سکے۔

تیسرا رخ: آپ یہ چاہتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ آپ کو آپ کی "پسند" دیں، پھر پہلے آپ دوسروں کو ان کی "پسند" دیں۔ مثلاً: عدل آپ کی "پسند" ہے اسی طرح اپنا حق دوسروں سے لینا آپ کی "پسند" ہے اور آپ چاہتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ دوسرے لوگ آپ کو Justice (عدل) دیں اسی طرح دوسرے لوگ آپ کو آپ کا حق (Right) دیں تو پھر تقاضائے حدیث یہ ہے کہ پہلے آپ دوسروں کو Justice (عدل) دیں، پہلے آپ دوسروں کو ان کا حق دیں۔ آپ دوسروں کو ان کی "پسند" دیں گے نہیں تو دوسروں سے اپنی "پسند" لیں گے کیسے؟ آپ فصل بویں گے نہیں تو کانٹیں گے کیسے؟ آپ اپنی پسند کی فصل بویں گے تو اپنی پسند کی فصل کانٹیں گے۔

you sow, so shall you reap اور اگر آپ نے اپنی پسند کی فصل بوئی نہیں تو پھر آپ اپنی پسند کی فصل کاٹنے کے حقدار بھی نہیں بن سکتے کیوں کہ جو شخص جو فصل بوتا ہے وہ وہی کاٹتا ہے اور اسی کا حقدار ٹھہرتا ہے اور اسی فصل کو حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہے، کسی اور فصل کی توقع ہرگز نہیں رکھتا۔

چوتھا رخ :- جس طرح آپ کو دوسروں کے لئے وہ سب کچھ نہیں چاہتا جو آپ اپنے لئے نہیں چاہتے اسی طرح آپ کو دوسروں کے لئے وہ سب کچھ چاہنا بھی ہے جو آپ اپنے لئے چاہتے ہیں۔ پس جب بھی کوئی اچھی شے، کوئی خوبی، کوئی مقام، کوئی ترقی اور حتیٰ کہ کوئی دعا آپ اپنے لئے چاہیں اس وقت دوسروں کا بھی سوچیں اور دوسروں کے لئے بھی وہ سب کچھ چاہیں اور ان کے لئے عملی کوشش بھی کریں۔ الغرض ترقی، کمال، عزت، خوشحالی اور کامیابی کی شاہراہ پر دوسروں کو اپنے پیچھے نہ رہنے دیں بلکہ کم از کم ان کو اپنے ساتھ لے کر چلیں۔

یاد رکھیے انبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب کہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے" (۱۲)

گویا جس طرح یہ درست ہے کہ: "God helps those who help themselves" (خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد کرتے ہیں) اسی طرح اس حدیث کے مطابق یہ بھی درست ہے کہ: "God helps those who help others" (خدا ان کی مدد کرتا ہے جو دوسروں کی مدد کرتے ہیں) نیز احادیث کے مطابق "اس شخص کی دعا جلد قبول ہوتی ہے جو دوسروں کے لئے دعا کرتا ہے" (۱۳)

پانچواں رخ :- اسی پسند و ناپسند اور چاہنے اور نہ چاہنے کو ایک دوسرے زاویے سے دیکھیں تو مطالبہ حدیث کا پانچواں رخ دیکھائی دیتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرے جو آپ کے لئے ناپسندیدہ اور ناگوار ہو تو ایسے میں صغی طور سوچنے کے بجائے آپ فوراً اپنا محاسبہ کریں اور اپنے زندہ ضمیر سے پوچھیں کہ کہیں آپ نے تو کسی کے ساتھ ایسا ناگوار اور ناپسندیدہ سلوک نہیں کیا؟

(۱) اگر آپ کسی کے ساتھ ایسا ناپسندیدہ سلوک پہلے کر چکے ہیں تو پھر اب آپ کسی دوسرے کے ایسے سلوک پر ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟

یہ تو گویا آپ ہی کے ناگوار سلوک کا ایسا منہ تھا جو آپ نے پہلے کسی کو دیا تھا اور وہی منہ معاشرے میں مختلف افراد کے ہاتھوں گردش کرتے کرتے اُس شخص کے پاس پہنچا تھا اور اُس نے آپ ہی کے دیئے ہوئے سکے کو آپ ہی کو آج واپس کیا ہے So take it now. اب آپ اپنے عمل اور پھر اس عمل کے رد عمل (reaction) کی ذمہ داری قبول کیجیے۔

(ب) اگر آپ نے واقعہ کسی کے ساتھ آج تک ایسا ناپسندیدہ سلوک نہیں کیا جو آج اُس شخص نے آپ کے ساتھ کیا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں کہ اس نے آپ کو ایسے ناپسندیدہ کام سے اب تک بچائے رکھا۔ (ج) اس شکر کے ساتھ آپ یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ بھی ایسے ناپسندیدہ فعل سے باز رکھے۔

(د) نیز اس موقع پر آپ یہ پختہ عزم کریں کہ جو ناپسندیدہ رویہ کسی نے آپ کے ساتھ اختیار کیا ہے وہ آپ کسی دوسرے کے ساتھ کبھی بھی اختیار نہیں کریں گے۔

مشہور ہے کہ کسی عقلمند سے کسی نے پوچھا کہ آپ عقلمند کیسے بنے؟ اس نے جواب دیا کہ بیوقوف لوگوں کی حرکتوں سے۔ سننے والے نے حیرت سے پوچھا۔ وہ کیسے؟ تو اُس عقلمند نے جواب دیا کہ جو کام اور حرکتیں بیوقوف کیا کرتے تھے وہ میں نہیں کیا کرتا تھا (ه) مندرجہ بالا انداز فکر سے ایسے موقع پر آپ اپنے آپ کو تو اچھا انسان بنارہے ہیں مگر دوسرے لوگوں کو اچھا انسان بنانے کا نہیں سوچ رہے حالانکہ تقاضائے

حدیث یہ ہے کہ آپ جو اپنے لئے پسند کریں وہی دوسروں کے لئے پسند کریں۔ یعنی آپ نے اپنے آپ کو تو اچھا انسان بنایا ہے تو اب دوسرے کو بھی اچھا انسان بنائیں۔ پس اب اس سے اگلا قدم اٹھائیں اور جس شخص نے آپ کے ساتھ ناگوار سلوک کیا تھا اب اس کی طرف متوجہ ہوں اور حکمت کے ساتھ اسے سمجھا کر اس کی اصلاح کریں تاکہ وہ دوبارہ اس طرح نہ آپ کے ساتھ پیش آئے اور نہ معاشرے میں کسی دوسرے فرد کے ساتھ پیش آئے اگر آپ مذکورہ انداز میں سوچنا شروع کر دیں گے تو پھر کسی بھی وقت کسی کا بھی ناگوار سلوک آپ کے لئے "زحمت" نہیں بنے گا بلکہ آپ کے لئے "رحمت" بن جائے گا اور جتنی مرتبہ آپ کے ساتھ کوئی ناگوار سلوک ہو گا اتنی ہی مرتبہ آپ کے اندر یہ

تحریک (Motivation) اور یہ جذبہ پیدا ہو گا کہ آپ خود بھی اچھے انسان بن جائیں اور دوسروں کو بھی حکمت کے ساتھ اچھا انسان بنادیں۔

جسیع تعلیمات اسلام میں اس حدیث کے انقلابی کردار کا خلاصہ

حقیقت یہ ہے کہ نبذ رحمت ﷺ نے صرف اس ایک حدیث میں اسلام کی تمام تعلیمات کو (In a Nutshell) اور (In a Capsule-form) سمیٹ کر رکھ دیا ہے یعنی جس طرح آپ ﷺ کی "ذات" مجمع کمالات کی جامع ہے اسی طرح آپ ﷺ کی یہ "بات" آپ کی مجمع تعلیمات کی جامع ہے۔ یعنی آپ ﷺ نے اپنے صرف ایک مبارک جملے میں (In a single sentence) بے پناہ کمال مہارت، جمال فصاحت و بلاغت اور حسن جامعیت اور معنویت کے ساتھ اسلام کے مجمع احکام و ہدایات کے دریا کو بلکہ سمندر کو بلا مبالغہ ایک فقید المثال کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ اور وہ اصول کوزہ آپ کی آسانی کی خاطر بلا معاوضہ آپ کے ہاتھ میں دے دیا ہے تاکہ آپ خود بھی اس شیریں آب کوزے سے سیراب ہوں اور تمام دنیائے انسانیت کو بھی اس سے فیضیاب کریں

یعنین کیجئے! آج اگر صرف اس ایک حدیث پر عمل کر لیا جائے تو اسلام کی تمام تعلیمات پر خود بخود عمل ہو جائے۔ نیز دنیا کے سارے مسائل حل ہو جائیں کیونکہ اس میں غربت و ناخواندگی کا حل بھی ہے، دہشت گردی و انتہا پسندی کا حل بھی ہے۔ ظلم و ناانصافی کا حل بھی اور کرپشن و بددیانتی کا حل بھی ہے۔ الغرض ہر مسئلہ کا حل ہے۔ کیسے؟

ظاہر ہے کہ ان تمام چیزوں کو کوئی انسان جب اپنے لئے پسند نہیں کرتا تو پھر دوسروں کے لئے کیسے پسند کر سکتا ہے؟ المختصر یہ حدیث بلا شبہ ایک (Universal trouble shooter) ہے اور اس میں دنیا کی ہر Malady کی Remedy پائی جاتی ہے۔ مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ اسلام کو صرف ایک جملے میں بیان کرو تو میں اسے صرف یہی ایک حدیث بتاؤں گا کیونکہ یہ حدیث سارے اسلام کا خلاصہ ہے۔

ابو داؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الْمُؤْمِنُ مِزَاقُ الْمُؤْمِنِ" ترجمہ: "مومن مومن کا آئینہ ہے"

ظاہر یہ نبی کریم ﷺ کی ایک مختصر "بات" ہے، مگر درحقیقت اسی ایک "بات" میں تبدیلی و اصلاح افکار کی ساری "کائنات" ہے چونکہ سوچ (Way of thinking) کو مثبت

و تعمیری سمت (Positive and constructive direction) میں بدلنے اور برقرار رکھنے کیلئے بہت سے نکات اور طریقے (points and methods) اس حدیث میں encapsulated ملتے ہیں۔

اس حدیث کی جامعیت و معنویت کو کامل طور پر سمجھنے اور اس سے سوچ کو بدلنے کا طریقہ جاننے کیلئے اس کو دو بڑے حصوں (two main parts) میں تقسیم کرتے ہیں ان میں سے ہر حصے کے دو نمایاں رخ (two outstanding aspects) ہیں۔

دوسری حدیث کا پہلا حصہ اور اس کا پہلا رخ
 "مومن مومن کا آئینہ ہے" یعنی آپ مومن ہیں، آپ آئینہ ہیں اور دوسرا شخص بھی مومن ہے وہ بھی آئینہ ہے۔ آپ اس کا آئینہ ہیں اور وہ آپ کا آئینہ ہے۔ حدیث کی اس مختصر تشریح کے بعد درج ذیل تین سوالات پر غور کریں۔

سوال ۱: آئینہ کس کام آتا ہے؟

جواب: آئینہ دیکھنے کے کام آتا ہے۔

سوال ۲: جب آپ آئینہ دیکھتے ہیں تو آئینہ میں کس کو دیکھتے ہیں؟

جواب: جب ہم آئینہ دیکھتے ہیں تو آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔

سوال ۳: آئینہ میں آپ کیا دیکھتے ہیں؟

جواب: آئینہ میں ہم اپنی شکل و صورت دیکھتے ہیں..... اگر ہمارے چہرے پر کسی شے کے داغ و بے ہوتے ہیں تو وہ ہم کو آئینے میں نظر آتے ہیں اور اسی طرح جب ہمارے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ بھی ہمیں آئینے میں نظر آتے ہیں۔

المختصر: ہر وہ داغ، دھبہ، عیب اور ہر وہ خالی اور ہر وہ کوتاہی جو آپ میں پائی جاتی ہے وہ آپ کو آئینے میں دکھائی دیتی ہے اور وہ آپ کی اپنی ہی کوتاہی اور خالی ہوتی ہے کسی دوسرے شخص کی نہیں ہوتی۔ کیوں؟ اس لئے کہ آئینہ تو آپ دیکھ رہے ہیں، دوسرا شخص تو نہیں دیکھ رہا۔

مومن مومن کا آئینہ ہے

پہلا رخ: پہلا مرحلہ: دوسروں کی خالی کو اپنی خالی سمجھیں:

اب حدیث پر غور کریں "مومن مومن کا آئینہ ہے" یعنی ہر دوسرا شخص آپ کا

آئینہ ہے۔ یہی جب آپ کو کسی دوسرے شخص کی سیرت و کردار کا کوئی داغ دھبہ اور فکر و عمل کا کوئی عیب، کوئی کمزور پہلو (Weak point) اور اس کی کوئی خامی و کوتاہی نظر آئے تو اس خامی و کوتاہی کو پہلے مرحلہ میں اس شخص کی خامی نہیں بلکہ اپنی خامی سمجھیں۔ مثال کے طور پر کسی شخص کو بے جا بولنے کی عادت ہے..... وہ جب بھی گفتگو کرتا ہے بولتا ہی چلا جاتا ہے، دوسرے کو بات نہیں کرنے دیتا اور دوسرے کی بات کو نہیں سنتا۔ تو یہ اس شخص کی ایک خامی ہے کہ وہ بولتا تو جانتا ہے مگر سنتا نہیں جانتا اسی طرح مثلاً آپ کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ وقت پر نماز ادا نہیں کرتا تو یہ اس شخص کی ایک کوتاہی ہے کہ وہ وقت کا پابند (Punctual) نہیں ہے۔

پس جب آپ کو کسی شخص میں "مثال کے طور پر" یہ خامی اور یہ کوتاہی نظر آئے تو آپ اس خامی و کوتاہی کو اس شخص کی خامی و کوتاہی نہ سمجھیں بلکہ اس خامی و کوتاہی کو آپ اپنی خامی و کوتاہی سمجھیں۔ just suppose so at the first glance. کیوں؟ اس لئے کہ وہ شخص آپ کا آئینہ ہے اور آئینے میں آپ کو اپنی ہی خامی و کوتاہی دیکھائی دیتی ہے کسی دوسرے کی نہیں..... کیونکہ آئینہ آپ دیکھ رہے ہیں کوئی دوسرا نہیں دیکھ رہا۔

پہلا رخ: دوسرا مرحلہ: اپنی خامی دور کریں:

جس طرح آپ آئینے میں اپنی شکل و صورت اور چہرے کے داغ دھبوں کو دیکھ خود صاف اور دور کر لیتے ہیں اسی طرح دوسرا شخص جو آپ کا آئینہ ہے، اس کو دیکھ کر آپ اپنی سیرت و کردار کے داغ دھبوں کو دور کریں یعنی جس طرح دھاتی آئینے (Metalic mirror) میں آپ اپنے جسم کے ماتھے پر سر کے بکھرے ہوئے بالوں کو دیکھ کر سنوار دیتے ہیں اسی طرح انسانی آئینے (human mirror) میں آپ اپنی زندگی کے ماتھے پر سیرت و کردار کے بکھرے ہوئے بالوں کو دیکھ کر سنوار دیں۔ یعنی دوسروں کو دیکھ کر آپ اپنی شخصیت کو نکھاریں اور اپنے اخلاق و اطوار، سیرت و کردار اور فکر و عمل کو سنواریں۔

پہلا رخ: تیسرا مرحلہ: اپنی خامی کیسے دور کریں؟

لیکن سوال یہ ہے کہ دوسروں کی زندگی کے ماتھے پر دوسروں کی سیرت و کردار کے بکھرے ہوئے بالوں کو دیکھ کر اپنی زندگی کے ماتھے پر اپنی سیرت و کردار کے بکھرے ہوئے بالوں کو کیسے سنواریں؟..... یعنی دوسروں کی خامی و کوتاہی کو دیکھ کر اپنی خامی و کوتاہی

کو کیسے دور کریں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے شخص میں خامی و کوتاہی دیکھتے ہی آپ نے (پہلے مرحلہ میں) اس خامی و کوتاہی کو اس شخص کی خامی و کوتاہی نہیں بلکہ اپنی خامی و کوتاہی سمجھا تھا، (دوسرے مرحلہ میں) اس خامی و کوتاہی کو اپنے اندر سے دور کرنے کا عزم کیا تھا اور اب (تیسرے مرحلے میں) یہ سوچیں اور غور کریں اور اپنے زندہ ضمیر سے پوچھیں کہ آیا جو خامی و کوتاہی آپ کو دوسرے شخص میں نظر آئی تھی وہ خامی و کوتاہی حقیقتاً آپ میں بھی پائی جاتی ہے کہ نہیں؟

مثال کے طور پر آپ کو دوسرے شخص میں یہ خامی نظر آئی تھی کہ وہ دوسروں کی بات کو غور سے نہیں سنتا یا آپ کو یہ کوتاہی نظر آئی تھی کہ وہ وقت پر نماز ادا نہیں کرتا تو اب اس مرحلہ میں آپ کو یہ غور کرنا ہے اور اپنے زندہ ضمیر سے یہ پوچھنا ہے کہ آیا آپ بھی دوسروں کی بات کو غور سے سنتے ہیں کہ نہیں؟ آیا آپ بھی وقت پر نماز ادا کرتے ہیں کہ نہیں؟ آپ کے زندہ ضمیر کا جواب ایسے سوال پر دو ہی صورتوں میں ہو سکتا ہے یعنی نہیں (No) یا ہاں (Yes)۔

پہلی صورت (No): پس جب آپ کا زندہ ضمیر یہ بتا دے کہ جو خامی و کوتاہی آپ کو دوسرے شخص میں نظر آئی تھی وہ واقعہً آپ میں نہیں پائی جاتی تو اس پر دوسروں کا مذاق اڑانے کے بجائے اور غور و فکر کرنے کے بجائے آپ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائیں کہ جو خامی و کوتاہی دوسرے شخص میں دکھائی دی تھی وہ واقعہً آپ میں نہیں پائی جاتی۔ نیز شکر کے ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آئندہ بھی ایسی خامی و کوتاہی سے محفوظ رکھے۔

دوسری صورت (Yes): دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کا زندہ ضمیر اس سوال کا یہ جواب دے کہ وہ خامی و کوتاہی جو آپ کو دوسرے شخص میں نظر آئی تھی وہ تو آپ میں بھی واقعہً پائی جاتی ہے تو پھر اس جواب پر مایوس ہونے کے بجائے فوراً اپنی اس خامی و کوتاہی کو دور کریں..... بالکل جس طرح آپ آئینہ میں اپنی شکل و صورت اور چہرے کی خامی اور داغ دھبوں کو دیکھ کر فوراً دور کر دیتے ہیں اسی طرح آپ اپنی سیرت کی اس خامی اور کردار کے اس دھبے کو دیکھ کر فوراً دور کریں۔..... جس طرح آپ اپنے صوری و ظہری عیب اور داغ دھبوں کو آئینے میں دیکھ کر صاف کر دیتے ہیں اسی طرح آپ اپنے معنوی

دھکی مپ اور داغ دھبوں کو اپنے اندر دیکھ کر فوراً صاف کر دیں۔

پہلا رخ: چوتھا مرحلہ: دوسرے کی خامی دور کریں مگر:

پچھلے تین مراحل میں آپ نے دوسرے شخص کی خامیاں اور کوتاہیاں دیکھ کر اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو دریافت (discover) کیا ہے اور انہیں اپنے اندر سے دور (eliminate) کر کے، صرف اپنے آپ کو باجمال بنایا ہے مگر دوسرے شخص کیلئے کچھ نہیں کیا حالانکہ پہلی حدیث "پسند و ناپسند" کا تقاضا ہے کہ آپ دوسرے شخص کی خامیوں اور کوتاہیوں کو بھی دور کر کے، اسے بھی اپنی طرح باجمال بنائیں۔

لیکن یہ کام کیسے کیا جائے؟ اسکا جواب اسی حدیث آئینہ کے دوسرے حصے میں آرہا ہے۔

حدیث آئینہ کے اسی پہلے حصے کا دوسرا رخ

اسی پہلے حصے کا دوسرا رخ بھی ہے اور وہ رخ ایسا ہے کہ جو اکثر لوگوں کو بہت کم دکھائی دیتا ہے..... اپنے آپ میں تو بہت دکھائی دیتا ہے مگر دوسرے شخص میں بہت کم نظر آتا ہے اور اگر نظر آتا بھی ہے تو ہم اسے دیکھنا نہیں چاہتے۔ وہ رخ یہ ہے کہ آپ آئینے میں صرف داغ دھبوں کو ہی نہیں دیکھتے بلکہ چہرے کی صفائی اور خوبصورتی کو بھی دیکھتے ہیں یعنی آئینے میں آپ خامیاں ہی نہیں دیکھتے بلکہ خوبیاں بھی دیکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرا شخص جو آپ کا آئینہ ہے، اس میں آپ صرف خامیاں ہی نہ دیکھیں بلکہ اس کی خوبیوں کو بھی دیکھیں۔ مثال کے طور پر آپ کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہت محنت کرتا ہے، امتحان میں اچھے نمبر لے لیتا ہے اور معاشرے میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیتا ہے تو یہ محنت کرنا اس کی خوبی ہے۔ اسی طرح آپ کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے، اپنا نقصان برداشت کر لیتا ہے مگر جھوٹ کبھی نہیں بولتا..... تو یہ بھی اس شخص کی عمدہ خوبی ہے جو آج کے دور میں بہت کم پائی جاتی ہے۔

دوسرا رخ: پہلا مرحلہ: دوسروں کی خوبی کو اپنی خوبی سمجھیں:

پس آپ کو جب کسی دوسرے شخص میں کوئی ایسی خوبی نظر آئے تو پہلے مرحلہ میں (At your first glance) اس خوبی کو صرف اس شخص کی خوبی نہیں بلکہ اپنی خوبی سمجھیں۔

دوسرا رخ: دوسرا مرحلہ: چلنے کے بجائے دوسروں کی خوبی پر خوش ہوں:

جس طرح آپ اپنی خوبی دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اس پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور آئندہ بھی استقامت کی دعا کرتے ہیں اسی دوسرے شخص کی خوبی دیکھ کر، اس پر چلنے (Jealousy) اور حسنی جذبات رکھنے کے بجائے، اس شخص کی اس خوبی پر خوش ہوں اور اس پر شکر بجالائیں، اس کیلئے دعائے استقامت کریں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ دوسرا شخص آپ کا آئینہ ہے اور آئینے میں آپ اپنی ہی خوبی کو دیکھتے ہیں کسی اور شخص کی نہیں کیونکہ آئینہ آپ دیکھ رہے ہیں کوئی اور نہیں دیکھ رہا۔ پس جب دوسرے کی خوبی آپ کی اپنی ہی خوبی ہے تو پھر اس پر جتنا کیسا؟

دوسرا رخ: تیسرا مرحلہ: دوسروں کی خوبیوں کو اپنا سمن:

دوسرے شخص کی جس خوبی کو دیکھ کر آپ نے پہلے اپنی خوبی سمجھا تھا پھر اس پر خوش ہوئے تھے، شکر بجالایا تھا اور دعائے استقامت کی تھی اس مرحلہ میں آپ نے یہ غور کرنا ہے کہ آیا جس خوبی کو آپ نے اپنی خوبی سمجھ لیا تھا وہ خوبی واقعہً آپ میں بھی پائی جاتی ہے کہ نہیں؟ یہ سوال آپ اپنے ذمہ ضمیر سے پوچھیں کیونکہ زبان تو جھوٹ بول سکتی ہے مگر ضمیر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس سوال کے جواب کی صرف دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت ہاں (Yes):۔ پس اگر آپ کا ذمہ ضمیر یہ جواب دے کہ جو خوبی آپ کو دوسرے شخص میں دکھائی دی تھی وہ خوبی آپ میں بھی واقعہً پائی جاتی ہے تو پھر اس پر اللہ کا شکر بجالائیں اور آئندہ کیلئے بھی دعائے استقامت کریں۔

دوسری صورت نہیں (No):۔ اگر آپ کا ضمیر یہ بتائے کہ دوسرے شخص کی جس خوبی کو دیکھ کر آپ نے اپنی خوبی سمجھ لیا تھا وہ تو حقیقتہً آپ میں موجود نہیں تو پھر مایوسی اور احساس کمتری میں مبتلا ہونے کے بجائے اس خوبی کو اس شخص کی طرح اپنے اندر بھی پیدا کریں اور پروان چڑھائیں۔ مثلاً آپ نے دوسرے شخص کی اس خوبی کو دیکھا تھا کہ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے تو پھر آپ بھی فوراً یہ عزم کر لیں کہ اس شخص کی طرح آپ بھی ہمیشہ سچ بولیں گے۔ اسی طرح دوسرے شخص میں آپ کو یہ خوبی دکھائی دی تھی کہ وہ محنت کرتا ہے اور اعلیٰ مقام اور Position حاصل کر لیتا ہے تو پھر اس شخص کی اس خوبی کو دیکھ کر آپ فوراً یہ عزم کر لیں کہ آپ بھی اس شخص کی طرح محنت کریں گے مگر اس فرق کیساتھ کہ وہ شخص اپنی فیلڈ، اپنے مشن اور اپنی Capacity میں محنت کرتا ہے مگر آپ اپنی فیلڈ، اپنے

مشن ماورائی Capacity اور اچھے کام میں محنت کریں گے۔

دوسرا رخ: چوتھا مرحلہ: دوسروں کو ان کی خوبیاں بتائیں مگر:

جس شخص کی خوبی دیکھ کر آپ نے اپنے اندر اُس خوبی کو پیدا کرنے کا عزم مصمم کیا ہے، اگر ممکن ہو تو اس شخص کو اس خوبی سے آگاہ کیا جائے تاکہ اگر وہ اپنی اس خوبی کو پہلے نہیں جانتا تھا تو اب جان لے اور اگر جانتا تھا تو اب اس کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ اس خوبی کو پروان چڑھائے۔ ہاں جس شخص کو آپ اس کی خوبی بتا رہے ہوں تو اسے اس انداز میں بتائیں کہ وہ اس پر غور و فکر میں مبتلا نہ ہو بلکہ اللہ کا شکر بجالائے، اس خوبی کی قدر کرے اور دعائے استقامت کرے۔

یہاں پر حدیث آئینہ کا پہلا حصہ اپنے دو زخوں اور چار چار مراحل کے ساتھ اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس پہلے حصہ میں آپ نے دوسرے شخص کی خوبیوں اور خامیوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو تمام منفی جذبات سے محفوظ رکھا ہے اور صرف اپنے آپ کو باجمال و باخصال و باکمال بنایا ہے مگر پہلی حدیث (پسند و نا پسند) کا تقاضا یہ ہے کہ آپ جو چیز اپنے لیے چاہیں وہ دوسروں کے لئے بھی چاہیں۔ لہذا جس طرح آپ نے اپنے آپ کو باجمال و باخصال و باکمال بنایا ہے اسی طرح اب دوسروں کو بھی باکمال و باجمال بنانا ہے۔ مگر کیسے؟ یہ جاننے کیلئے اسی حدیث کا دوسرا حصہ ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث آئینہ کا دوسرا حصہ:

”الْمُؤْمِنُ مِرَآةُ الْمُؤْمِنِ“ ”مومن مومن کا آئینہ ہے“ یہ ابوداؤد کی روایت ہے جبہ رزدی کے یہ الفاظ ہیں: ”إِنْ أَخَذَ ثَلَاثَ مِرَآةٍ أَخْبَهُ“ (۱۴) ترجمہ: ”تم میں سے ہر شخص اپنے بھائی کا آئینہ ہے“ (اپنے بھائی ”اخیہ“ سے مراد تمام انسان مرد و عورت ہیں، دلائل گزر چکے ہیں)۔

”فَإِنْ رَأَى بِهٖ أَذًى فَلْيُحِطْ عَنْهُ“ پس اگر اس میں کوئی اذیت ناک شے دیکھے تو اسے اس سے دور کرے، یعنی اگر آپ کو کسی دوسرے شخص میں ”لذی“ کوئی اذیت ناک (Harmful)، تکلیف دہ، نقصان دہ شے اور کوئی عیب، کوئی خامی، کوئی کوتاہی، کوئی Bad character اور کسی Personality کا کوئی Bad factor اور weak sector کوئی Negative point دکھائی دے تو اس کی ان خامیوں کو دور

کریں، اس کی اصلاح کریں۔

اب سوال یہ ہے کہ دوسروں کی خامیوں کو دور کیسے کیا جائے؟ دوسروں کی اصلاح کیسے کی جائے؟ ہمارے ہاں اس سوال کا جواب تلاش کرنے کی جتنی ضرورت ہے اتنی ہی اس پر کم توجہ دی جاتی ہے۔ یہ تو شخص جانتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے مگر یہ بہت کم لوگ بتاتے ہیں کہ کیسے کرنا چاہیے؟ گو کہ یہ ایک وسیع موضوع ہے تمام کافی حد تک اس سوال کا جواب بھی اسی حدیث آئینہ میں پایا جاتا ہے اور اس جواب کے دو رخ ہیں۔

حدیث آئینہ کا دوسرا حصہ اور اس کا پہلا رخ:

دوسروں کی خامیوں کو کیسے دور کیا جائے؟ دوسروں کی اصلاح کیسے کی جائے؟

اکیس دلیچسپ نکات:- ایک پہلے میں اسکا جواب اس حدیث سے یہ ملتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح اس طرح کی جائے جس طرح آئینہ، آئینہ دیکھنے والے کی اصلاح کرتا ہے مثلاً:

(۱) جب آپ آئینہ دیکھتے ہیں تو آئینہ آپ کو آپ کے داغ، دھبے، اور خامیاں دکھاتا ہے مگر چٹخا چلاتا نہیں، ہنگامہ برپا نہیں کرتا بلکہ خاموشی کیساتھ خامی و عیب کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے بھی اصلاح کرنی ہے۔ کیوں کہ آپ بھی حدیث کے مطابق آئینہ ہیں۔ لہذا آپ کو بھی کسی کی خامی دیکھ کر چٹخا چلاتا نہیں بلکہ خاموشی کیساتھ پر سکون انداز میں اس شخص کی خامی کی طرف توجہ دلاتی ہے تاکہ وہ شخص جس طرح آئینہ دیکھ کر اپنی صورت کے داغ و دھبوں کو خود صاف کر لیتا ہے اسی طرح اپنی سیرت کے داغ و دھبوں کو بھی خود صاف کر لے۔

(۲) آئینہ داغ دھبے دکھاتا ہے مگر جس شخص کے داغ دھبے ہوتے ہیں اس سے نفرت نہیں کرتا اور اسے کمتر نہیں سمجھتا، آپ بھی آئینہ ہیں۔ پس جب دوسروں کے عیوب و نقائص کی اصلاح کریں تو عیب دار شخص سے نفرت نہ کریں اور اسے کمتر اور گھٹیا نہ سمجھیں۔

(۳) آئینہ جب اصلاح کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھتا۔ آپ بھی جب کسی کی اصلاح کر رہے ہوں تو اپنے آپ کو بڑا اور زیادہ نیک نہ سمجھیں یعنی نہ احساس برتری (Superiority complex) میں مبتلا ہوں اور نہ احساس بد و تقویٰ (Piety)

(complex) میں جٹکا ہوں۔

(۳) آئینہ داغ دھبے دکھا کر اصلاح کرتا ہے مگر عیب دار کو خواہ مخواہ بھڑکتا نہیں، ڈانٹتا نہیں اور غصہ نہیں کرتا۔ پس آپ بھی جب کسی کی اصلاح کر رہے ہوں اسے نہ بھڑکیں نہ ڈانٹیں اور نہ بے جا غصہ کریں۔

یاد رکھیے! دوران اصلاح شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ آپ کو دوسرے شخص پر غصہ دلائے اور چڑائے تاکہ وہ شخص آپ سے نفرت کرے اور بھاگ جائے اور آپ سے دور دور رہنے لگے اور اس طرح وہ آپ کی نیک بات سننے اور سمجھنے سے محروم رہے۔

(۵) آئیے کسی کو اس کے میب صرف اسی وقت دکھاتا ہے جب وہ آئینے کے سامنے ہو اور پیٹھ پیچھے کسی کی میب جوئی نہیں کرتا۔ آپ بھی پیٹھ پیچھے کسی کی میب جوئی نہ کریں۔۔۔۔۔

فیبت نہ کریں بلکہ کسی کی خامیوں اور عیبوں کو اس کے سامنے اس طرح توجہ دلائیں کہ وہ خامیوں اور عیبوں کو دور کر لے۔

(۶) اگر کوئی شخص آئینے کے سامنے آتا ہے تو آئینہ اس کے عیب اور داغ و جھج دکھاتا ہے اور جب وہ شخص ان کو دور کر کے چلا جائے اور اگر کوئی اور شخص اس آئینے کے سامنے آ جائے تو وہ پہلے شخص کے عیب اور داغ و جھجوں کو دوسرے شخص کو نہیں بتاتا بلکہ ستر پوشی کرتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی جب کسی شخص کی اصلاح کریں تو انکی ستر پوشی کریں اور اسکا راز پوشیدہ رکھیں اور اسکا عیب کسی کو نہ بتائیں اور نہ اسے کسی کے سامنے بدنام (Defame) کریں اور نہ اسکی (complain) کریں۔

یاد رکھیں! حدیث شریف میں آتا ہے کہ ”جو کسی مسلمان کی ستر پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی دنیا اور آخرت میں ستر پوشی کرتا ہے“ (۱۵)

غصہ (Hyper) نہیں ہوتا بلکہ خاموش رہتا ہے اور اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص دوران اصلاح آپ کو برا بھلا کہہ دے تو آپ اس کی بُری باتوں سے اعراض کریں اور خاموشی کے ساتھ آئینہ کی طرح اپنا کام کرتے رہیں۔ اور ادھر ادھر کی ضمنی باتوں میں الجھ کر اپنے اصل کام میں ناکام نہ ہوں۔

(۱۳) آئینہ عیب دکھا کر اصلاح کرتا ہے مگر اپنا احسان نہیں جتاتا۔ آپ بھی جب کسی کی اصلاح اور مدد کریں تو اُس پر اپنا احسان نہ جتائیں کہ اگر میں تمہاری اصلاح و مدد نہ کرتا تو پتہ نہیں آج تم کتنے عیب دار اور بیکار ہوتے!

(۱۴) آئینہ جب کسی کی خامیاں بتاتا ہے تو اُس وقت اُسکی خوبیاں نہیں چھپاتا بلکہ دونوں کو بیک وقت دکھا کر اصلاح کرتا ہے۔ آپ بھی جب کسی کی خامیوں کی اصلاح کر رہے ہوں تو اُس کی خوبیوں کو چھپائیں نہیں بلکہ اپنے سامنے بھی رکھیں اور اُسے بھی بتائیں تاکہ صرف اپنی خامیاں جان کر وہ احساس کمتری اور خودمستی کا شکار نہ ہو بلکہ خوبیاں سن کر اُسکی حوصلہ افزائی بھی ہو اور وہ خامیوں کی بھی اصلاح کر لے۔

(۱۵) ایک آئینہ وہ ہوتا ہے جو گاڑی کے آگے لگا ہوتا ہے اور ڈرائیور اس آئینے میں اپنے پیچھے آنے والے ٹریفک کو دیکھ کر دائیں یا بائیں طرف اپنی گاڑی موڑتا ہے یعنی وہ آئینہ ڈرائیور کا رہنما (Guide) ہوتا ہے اور اگر وہ ذرا نیڑھا ہو جائے تو ڈرائیور کی صحیح رہنمائی نہیں کر سکتا اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روڈ پر ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے، یا کم از کم ایکسیڈنٹ کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ آپ بھی آئینہ ہیں اور آپ بھی اُس آئینے کی طرح گائیڈ ہیں اور زندگی کی شاہراہ پر لوگ آپ کو دیکھ کر اپنے فکرو عمل کی گاڑیاں چلاتے ہیں اور اگر آپ کسی طرح سے ذرا بھی نیڑھے ہوئے تو معاشرہ میں ایکسیڈنٹ ہو جائے گا اور لوگوں میں نظریاتی و جذباتی تصادم و ٹکراؤ ہو جائے گا۔ آپ رہنما آئینہ ہیں۔ پس اپنے آپ کو اور اپنے فکرو عمل کو ہمیشہ سیدھا رکھیے۔

(۱۶) آئینہ داغدار کو داغ دکھاتا ہے اور اگر کوئی شخص آئینہ میں اپنا داغ دیکھ کر صاف نہ کرے اور کچھ دنوں کے بعد پھر اسی آئینے کے سامنے آجائے تو آئینہ اس وقت یہ نہیں کہتا کہ ”اس دن تو تم نے میری بات نہیں مانی، میرے مشورے پر عمل نہیں کیا، آج میں تمہیں کیا دکھاؤں اور کیا بتاؤں؟“۔ اس کے برعکس آئینے کے سامنے کوئی شخص اپنا داغ لیکر جتنی

بار بھی آتا ہے آئینہ اسے اتنی ہی بار داغ صاف کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔ چاہے کوئی آئینے کے مشورے پر عمل کرے یا نہ کرے آئینہ کبھی اپنا مشن نہیں چھوڑتا اور دعوت و اصلاح کا اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ آپ بھی آئینہ ہیں۔ آئینہ کی طرح نتائج کی پردہ کئے بغیر دعوت و اصلاح کے اپنے مشن کو ہمیشہ جاری رکھیں۔ لوگ اپنا کام کریں یا نہ کریں آپ آئینہ کی طرح اپنا کام کرتے رہیں۔

(۱۷) آئینہ محض مشورے ہی نہیں دیتا بلکہ کام کرتا بھی ہے اور کام کروانا بھی ہے۔ آپ بھی محض تنقید، مشورے اور باتوں پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ آئینہ کی طرح کام کریں بھی اور کام کروائیں بھی۔

(۱۸) آئینہ بلا امتیاز ہر شخص کے عیب دکھا کر دعوت و اصلاح دیتا ہے۔ آپ بھی آئینہ بن کر بلا امتیاز رنگ و نسل، زبان و علاقہ، مرد و عورت، امیر و غریب اور چھوٹے بڑے ہر شخص کو دعوت و اصلاح دیں۔

(۱۹) آئینہ ہر شخص کو دعوت و اصلاح و جمال دیتا ہے مگر کسی سے کوئی طمع و لالچ نہیں رکھتا۔ آپ بھی بغیر کسی طمع، بغیر کسی لالچ، بغیر کسی مفاد اور غرض کے، بے لوث (Selfless) ہو کر کام کریں اور ”اِنْ اُرِیدُاْ لِیْ اِلَاحْصَالَح“ (۱۷) اور ”لَا تُسْرِیْضُ بَیْنِکُمْ جَزَاءً وَلَا شُکُورًا“ (۱۸) جیسی صفات کا آئینہ دار بن جائیں۔

(۲۰) آئینہ بے خوف ہوتا ہے اور جابر و ظالم شخص کو بھی اس کے عیب اور داغ دکھا کر دعوت و اصلاح احوال دیتا ہے۔ آپ بھی ہر قسم کی مخالفت سے بے خوف ہو کر اور ہر قسم کے اندیشے اور نقصان سے بے خطر ہو کر ہر شخص کو دعوت و اصلاح دیتے رہیں۔ یاد رکھیے! ایک حدیث کے مطابق ”جابر و ظالم شخص کے سامنے حق بات کہنا اُفّ“ جہاد ہے“ (۱۹)۔ سو آئینہ نذر مجاہد ہوتا ہے آپ بھی نذر مجاہد بنیں۔

(۲۱) آئینہ لوگوں کو ان کے عیوب و نقائص، داغ و جبے اور ان کی خامیاں دکھاتا ہے مگر پھر بھی لوگ آئینے کو اپنا قتل دوست سمجھتے ہیں اور اسے اپنی ضرورت سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اگر کہیں آئینہ نہ ملے تو پریشان اور بے چین ہو جاتے ہیں۔ آخر راز کیا ہے؟ وجہ کیا ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ لوگوں کو پکا یقین ہوتا ہے کہ آئینہ ہمیشہ انہیں نفع اور فائدہ پہنچاتا ہے اور کبھی بھی کسی کو نقصان اور ضرر نہیں پہنچاتا۔ اس لئے لوگ اسے اپنا

دوست رکھتے ہیں اور اسے ہمیشہ اپنی ضرورت سمجھتے ہیں۔ پس آپ بھی جب آئینے کی طرح لوگوں کیلئے نفع بخش، فائدہ مند اور ہر لحاظ سے بے ضرر (Harmless) بن جائیں گے تو پھر لوگ آپ کو بھی آئینے کی طرح اپنا مخلص دوست خیال کریں گے اور اپنی اصلاح اور ظاہر و باطن کی صفائی کیلئے ہمیشہ آپ کو اپنی ضرورت سمجھیں گے۔

حدیث آئینہ سے ماخوذ یہ اکیس نکات ایک مبلغ، داعی اور مصلح یعنی اصلاح کرنے والے شخص کی سوچ کو تعمیری سمت میں بدلنے اور برقرار رکھنے کیلئے رہنما اصول ہیں

حدیث آئینہ کا دوسرا حصہ اور اس کا دوسرا رخ:

میارہ دلچسپ نکات: اب سوال یہ ہے کہ جس شخص کی اصلاح کی جارہی ہو وہ اپنی سوچ کو تعمیری رخ پر کیسے رکھے؟ اس سوال کا جواب بھی اسی حدیث میں موجود ہے اور اس جواب کو اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ جس شخص کی اصلاح کی جارہی ہو اس کو اپنے مصلح یعنی اصلاح کرنے والے کے سامنے بالکل ایسا ہی رد عمل ظاہر کرنا چاہیے جیسا رد عمل وہ حقیقی آئینے کے سامنے ظاہر کرتا ہے۔ کیوں؟

اس لئے کہ اصلاح کرنے والا اس حدیث کے مطابق آپ کا آئینہ ہے۔ پس:

(۱) جب آئینہ آپ کو آپ کی صورت کے داغ دھبے دکھاتا ہے تو آپ اسے برا نہیں سمجھتے۔ اسی طرح جب کوئی شخص آپ کی سیرت کے داغ دھبے آئینہ بن کر دکھائے تو اسے برا نہ سمجھیں، مانتے نہ کریں۔

(۲) آئینہ جب آپ کی خامیاں بتاتا ہے تو آپ اس پر غصہ نہیں کرتے اور اس سے لڑ نہیں پڑتے اسی طرح اگر کوئی شخص آپ کو آپ کی خامیاں بتائے تو اس پر غصہ نہ کریں، لڑ نہ پڑیں اور اس سے روٹھ نہ جائیں۔

ہر چند آئینہ ہوں پر اتنا ہوں ناقبول منہ پھیر لے وہ جس کے مجھے رد برو کرے (درد)
(۳) آئینہ آپ کو آپ کی خامیاں بتاتا ہے مگر آپ اس سے نفرت نہیں کرتے اور اس سے دور نہیں بھاگتے بلکہ بار بار اس کے سامنے آکر اپنی اصلاح کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی انسانی آئینہ آپ کی خامیاں بتائے تو اس سے نفرت نہ کریں اس سے دور دور نہ رہیں بلکہ بار بار اس کے سامنے آکر اپنی اصلاح کرتے جائیں۔

(۴) آئینہ جب آپ کو کوئی داغ دھبہ دکھاتا ہے تو آپ اس وقت یہ نہیں سوچتے کہ "اس

داغ دھبے کو بعد میں صاف کروں گا..... ابھی وقت نہیں ہے یہ کام کل کروں گا" بلکہ اس کے برعکس آپ اس داغ کو دیکھتے ہی فوراً اسی وقت صاف کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی انسانی آئینہ آپ کو کردار کا کوئی داغ اور سیرت کی کوئی خامی بتائے تو اس وقت یہ نہ سوچیں کہ "بعد میں اسکی صفائی کروں گا..... یہ کام کل سے شروع کروں گا"۔ بلکہ آج اور صرف آج بھی نہیں بلکہ اسی وقت اور اسی لمحے آپ نے یہ کام کرنا ہے۔ جب آپ صورت کے داغ کو کل پر نہیں چھوڑتے تو پھر سیرت کے داغ کو کل پر کیوں چھوڑ رہے ہیں؟ یاد رکھیے! جس کل کے آپ منتظر ہیں وہ کل بھی نہیں آتا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے "آج کا کام کل پر مت چھوڑو"۔

(Don't put off till tomorrow what you can do today) یہ کسی انگریز کا قول نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے "لا تؤخر عمل یومک الی غدک" (۲۰)

(۵) آئینہ آپ کو خامیاں اور عیب بتاتا ہے مگر پھر بھی آپ اس کی قدر کرتے ہیں، اسکو اپنی ضرورت سمجھتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں کہ کہیں ٹوٹ نہ جائے۔ اسی طرح آپ اپنے انسانی آئینے کی بھی قدر کریں، اسکو اپنی اصلاح کے لئے ضروری سمجھیں اور اسکی حفاظت کریں کہ کہیں آپکا تعلق اس سے ٹوٹ نہ جائے۔

پتھروں سے خاصیت کیسی آئینہ ہے تو دیکھ بھال کرے (اختر ہوشیاری)

(۶) دھاتی آئینہ عیب اور خامیاں بتاتا ہے مگر آپ اسے اپنا دشمن نہیں جانتے۔ اسی طرح جب کوئی انسانی آئینہ آپ کی سیرت کے عیوب اور خامیاں بتائے تو اسکو اپنا دشمن نہ سمجھیں اور زبان حال سے یہ نہ کہیں کہ:

ناصحا! امت کر فصیحت دل میرا گھبرائے ہے اسکو دشمن جانتا ہوں جو مجھے سمجھائے ہے حقیقت یہ ہے کہ ایسا شخص آپ کا دشمن نہیں بلکہ آپ کا خیر خواہ ہے کیوں کہ وہ آپ کی خامیاں لوگوں کے سامنے اچھال کر آپ کی شخصیت کو مجروح نہیں کر رہا بلکہ آئینہ بن کر صرف آپ کو بتا رہا ہے تاکہ آپ اچھے، باجمال اور باکمال بن جائیں۔

یاد رکھیے! اگر آپ لوگوں کو اپنی خامیاں بتانے سے روک دیں گے تو لوگ آپ کی خامیاں بتانے سے تو رک جائیں گے مگر دیکھتے رہنے سے کبھی نہ رکیں گے۔

(۷) آئینہ دیانتدار ہوتا ہے۔ اس لئے آپ بھی دیانتدار بنیں..... جو حقیقت ہے اُس کو تسلیم کر کے آپ اپنے ساتھ بھی دیانتدار رہیں اور حقیقت بتانے والے کے ساتھ بھی دیانتدار رہیں۔

(۸) جب دھاتی آئینہ آپ کو داغ دھے اور عیب دکھاتا ہے تو آپ یہ نہیں کہتے کہ "مجھے تمہارے دکھانے اور بتانے کی ضرورت نہیں"۔ اسی طرح اگر کوئی انسانی آئینہ آپ کو سیرت اور کردار کا کوئی داغ اور عیب دکھائے تو اس سے یہ نہ کہیں کہ "میں جانتا ہوں مجھے تمہارے بتانے کی ضرورت نہیں، تم اپنی خیر مٹاؤ"

مثلاً اگر کوئی آپ کو کہے کہ آپ جھوٹے ہیں تو ایسے موقع پر آپ غور کریں کہ اگر جھوٹ کا عیب واقعی آپ میں پایا جاتا ہے تو آپ اسے دور کریں اور اگر نہیں تو اس پر اللہ کا شکر ادا کریں اور ایسے شخص کو اچھے انداز میں سمجھائیں کہ الحمد للہ آپ کو اللہ نے ایسے عیب سے اب تک محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی وہی محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لیکن سمجھانے کے باوجود اگر کوئی شخص آپ کی کردار کشی (character assassination) پر مٹلا ہوا ہے اور آپ پر الزام تراشی کرنے سے کسی کے سامنے جھجکتا نہیں تو اسکا بہترین جواب خاموشی اور صبر ہے۔ "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ" (۲۱)

ورنہ ایک حدیث کے مطابق آپ کی جوابی کاروائی سے اللہ تعالیٰ کی تائید و مدد اٹھ جائے گی۔ (۲۲)

۱:- آپ کے ذہن میں یہاں یہ خیال آسکتا ہے کہ میری خاموشی سے ایسا شخص غلط فائدہ اٹھائے گا اور لوگ اس کے منفی پروپیگنڈے میں آجائیں گے اور مجھ پر اعتبار کرنا چھوڑ دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ عقل والے کسی کے منفی پروپیگنڈے میں نہیں آتے بلکہ وہ آپ کے کردار کو دیکھتے ہیں۔ اگر آپ لوگوں سے واقعی جھوٹ نہیں بولتے تو اب آپ پر پہلے سے بھی زیادہ اعتبار کریں گے اور آپ کو جھوٹا کہنے والا ان کے سامنے خود جھوٹا قرار پائے گا۔ الزام تراشی کے بعد اب آپ پر ہے کہ آپ اپنے عمل سے ثابت کریں کہ آپ ایسے ہیں یا نہیں ب۔۔۔ ایسے موقع پر خاموشی کی تلقین سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ "بے بنیاد الزام تراشی سے بڑا دکھ پہنچتا ہے، مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا" یقیناً جھوٹے الزامات سے انسان کو

بہت دکھ ہوتا ہے۔ لوگوں کے اسکے پیچھے اپنے مقاصد ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو سوچ کی ایسی قوت دے رکھی ہے کہ آپ اس "دکھ" کو "سکھ" میں بدل سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ ایسے موقع پر فوراً یہ سوچ لیں کہ نبی اکرم ﷺ پر بھی تو لوگوں نے الزام لگائے تھے اور نعوذ باللہ آپ کو جھوٹا، مجنوں اور پاگل تک کہہ دیتے تھے لیکن آپ ﷺ نے اتنے بے بنیاد الزامات کے باوجود کبھی منفی رد عمل کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ سارے الزاموں کا ایک ہی جواب دیا کہ "لَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ غَمْرًا مِّنْ قَبْلِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" (۲۲)

ترجمہ: "بلاشبہ میں نے تمہارے درمیان اس سے پہلے (چالیس سال کی) عمر گزاری ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟"

یعنی لوگ منفی انداز میں آپ کے خلاف سوچتے تھے اور آپ نے لوگوں کو مثبت انداز میں سوچنے کی دعوت دی اور ان کے سامنے اپنی سیرت اور کردار کو پیش کیا۔ نتیجہ دشمن بھی آپ کے دوست بن گئے۔ لوگ غدار پیش کرتے ہیں کی وہ تو نبی تھے ہم ان جیسا نہیں بن سکتے۔ یقیناً وہ نبی ہیں اور ان جیسا نہ کوئی بن سکا اور نہ کوئی بن سکتا ہے اور نہ کوئی کہتا ہے کہ آپ ان جیسا بنیں۔ ایسا نہ اللہ نے حکم دیا ہے اور نہ نبی اکرم ﷺ کا کوئی فرمان ہے بلکہ اللہ کا حکم ہے کہ "میری بات مانو میرے نبی کی بات مانو اور جو میری اور میرے نبی کی بات مانتے ہیں ان کی بات مانو" "اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولٰٓئِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ" (۲۳) اور نبی اکرم ﷺ کو بھی یہی اعلان کرنے کا حکم دیا کہ "فَاتَّبِعُونِیْ" (۲۴) یعنی میرے پیچھے پیچھے چلو..... فکر و عمل کے منفی اور باطل راستے چھوڑو اور میرے راستے پر میرے پیچھے پیچھے چلو۔ یہی کامیابی و امن کا راستہ ہے

(۹) دھاتی آئینہ آپ کے داغ دھے دکھاتا ہے تو آپ اس پر ناراض نہیں ہوتے بلکہ خوش ہوتے ہیں اور شکر کرتے ہیں کہ لوگوں کی نظر اس داغ اور دھبے پر نہیں پڑی۔

اسی طرح جب کوئی انسانی آئینہ آپ کو داغ دھبہ اور خامی بتائے تو اس پر ناراض نہ ہوں بلکہ خوشی کا اظہار کریں کہ لوگوں کی نظر اس پر نہیں پڑی اور اس شخص کا بھی شکر یہ ادا کریں کہ اس نے بروقت آپ کو خبردار کیا۔

تو ہی بہتر ہے آئینہ ہم سے ہم تو اتنے بھی روشناس نہیں (اثر) یاد رکھیے! حدیث میں آتا ہے کہ "جس نے لوگوں کا شکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکر ادا

(ملاحظہ کیجئے مطالبہ حدیث کا پانچواں رُخ)

اور چار steps حدیث آئینہ سے ہیں یعنی:

۶۔ کسی کی خامیاں نظر آئیں تو اس وقت کس طرح سوچنا ہے؟ مثلاً؟

(ملاحظہ کیجئے حدیث آئینہ کے پہلے حصے کا پہلا رُخ اور اس کے چار مراحل)

۷۔ کسی کی خوبیاں نظر آئیں تو اس وقت کس طرح سوچنا ہے؟ مثلاً؟

(ملاحظہ کیجئے حدیث آئینہ کے پہلے حصے کا دوسرا رُخ اور اس کے چار مراحل)

۸۔ آپ کسی کی خامیوں کی اصلاح کر رہے ہوں تو اس وقت آپ کو کس انداز میں سوچنا

چاہیے؟ مثلاً؟ (ملاحظہ کیجئے حدیث آئینہ کے دوسرے حصے کا پہلا رُخ) (اکیس دلچسپ نکات)

۹۔ کوئی آپ کی خامیوں کی اصلاح کر رہا ہو تو اس وقت آپ کو کس انداز میں سوچنا

چاہیے؟ مثلاً؟ (ملاحظہ کیجئے حدیث آئینہ کے دوسرے حصے کا دوسرا رُخ) (گیارہ دلچسپ نکات)

یہ کل steps ہیں۔ پس یہ ہے:

"Nine-Steps Way to change the way of thinking in

a positive way which if practised a day, would keep all

negative thoughts away.....all complains awayall

troubles away and that too, in a constructive, active and

effective way"

اس طریقہ کو کیسے یاد رکھا جائے؟

اس طریقہ کو یاد رکھنے اور اس پر عمل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اس

طریقہ کو دوسروں کو سمجھائیں کیونکہ جس شخص کی یہ ڈیوٹی لگائی جاتی ہے کہ اسے دوسروں کو

جگانا ہے تو وہ وقت مقررہ پر صدا دیتا ہے ”جاگو جاگو“۔ اس صدا سے کوئی دوسرا جاگے یا نہ

جاگے کم از کم اس کا فائدہ صدا لگانے والے کو یہ ہوتا ہے کہ وہ خود جاگتا رہتا ہے کیونکہ

دوسروں کو جگانے کے لیے پہلے خود جاگنا پڑتا ہے۔

یاد رکھیے! ہم میں سے ہر ایک کی دوسروں کو جگانے کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے جس

کو یوں فرمایا گیا ہے۔ ”بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً“ ”پہنچا دو میری طرف سے اگرچہ ایک آیت

(ایک بات) ہی کیوں نہ ہو“ (۲۹)

حصہ ﴿ب﴾

زیر بحث موضوع کی

مزید وضاحت کے لئے عملی مثالیں،

فکر ساز واقعات

اور

سوالات و جوابات

پہلی حدیث "پسند و ناپسند" کی عملی مثالیں

"طبرانی کی روایت میں ہے کہ ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے زنا کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا "أَتَجِبُهُ لِمَنْكَ؟" ترجمہ: کیا اس گناہ کو تم اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا بخدا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے اسکی کچھ دیگر رشتہ دار خواتین کا ایک ایک کر کے ذکر کیا اور پوچھا "کیا تم پسند کرو گے کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے؟" اس نے کہا نہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس گفتگو کا اُس نوجوان پر اس قدر اثر ہوا کہ پھر کبھی بھی اُس نے ایسے گناہ کی طرف توجہ نہیں دی" (۳۰)

ذرا غور کیجئے! وہ نوجوان گناہ کی اجازت طلب کر رہا ہے مگر آپ ﷺ اُسے ایسے سوال پر جھڑکتے نہیں، ڈانٹتے نہیں اور فسق کا فتویٰ نہیں دیتے بلکہ

اولاً: اس کے سوال کو سنتے ہیں کیونکہ جو شخص سوال کرتا ہے وہ حقیقت میں کچھ سمجھنا چاہتا ہے۔

ثانیاً: آپ اس کے سوال کو سن کر اسے سمجھاتے ہیں۔ وہ نوجوان پہلے Emotional بن رہا تھا آپ اسے Rational بناتے ہیں اور اس طرح سمجھاتے ہیں کہ سوال خود اس نوجوان سے کر کے جواب خود اس کے ضمیر سے طلب کرتے ہیں کیونکہ ایک مصلح کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کے ضمیر کو جگا دے اور جگانے رکے۔ اگر کسی کا ضمیر بیدار ہو جاتا ہے تو باقی اصلاح کا کام ضمیر خود کر لیتا ہے۔

بہر حال آپ ﷺ Question-method کے ذریعے اس کے ضمیر کو مخاطب کر کے اس کی پسند و ناپسند کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ: "کیا تم یہ کام اپنے لئے پسند کرتے ہو؟" وہ نوجوان یہ سن کر فوراً برائی سے رک جاتا ہے۔

کسی کو بُرے کام سے روکنے کا بہترین طریقہ

اس حدیث سے پتہ چلا کہ کسی شخص کو کسی بُرے کام سے روکنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ اُسے کچھ نہ کہیں بلکہ اس سے صرف اتنا سوال کر لیں کہ: "کیا یہ کام تم اپنے لئے پسند کرتے ہو؟" Do you like it for yourself? اگر اس شخص کا ضمیر زندہ ہے تو وہ بھینٹا بُرے کام سے فوراً رُک جائے گا۔ اسی طرح اگر آپ کسی کے خلاف کچھ

کرنا چاہیں تو اپنے آپ سے بھی یہی سوال کریں۔ اگر آپ کا ضمیر بیدار ہے۔ تو وہ آپ کو اُس کام سے روکنے کے لئے فوراً آپ کی آنکھوں کو ناپینا، کانوں کو بہرا اور زبان کو گنگ کر دے گا اور آپ کے ہاتھوں میں جھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں ڈال دے گا۔

اسی قسم کے سوال کے ذریعے اپنے آپ کو اور دوسروں کو بُرے کاموں سے روکنے کا یہ اسلوب قرآن و حدیث میں بکثرت پایا جاتا ہے جس میں برائی سے روکنے کے لئے انسان کی پسند و ناپسند سے متعلق سوال کیا جاتا ہے اور انسان کے ضمیر کو مخاطب کر کے جواب اس کے ضمیر سے طلب کیا جاتا ہے۔ مثلاً سورۃ الحجرات میں غیبت کے بارے میں آتا ہے کہ: "أَيُّحِبُّ أَخَذَ كُمْ أَنْ يُلَاحِظَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ" (۳۱)

ترجمہ: "کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کرتے ہو"۔

غور کریں! أَيُّحِبُّ أَخَذَ كُمْ "کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے؟"۔ یہ ایک سوال ہے اور سوال انسان کی پسند و ناپسند سے متعلق ہے اور مخاطب ضمیر کو کیا گیا ہے اور جواب بھی ضمیر سے طلب کیا گیا ہے۔

اسی طرح دوسری جگہ فرمایا: "وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ" (۳۲)

ترجمہ: انہیں چاہیئے کہ وہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

غور کریں! أَلَا تُحِبُّونَ کیا تم پسند نہیں کرتے؟ یہ انسان کی پسند و ناپسند کے متعلق ایک سوال ہے اور انسان کے ضمیر کو مخاطب کر کے جواب ضمیر سے طلب کیا گیا ہے اور اس طرح دوسروں کو معاف کرنے اور ان سے درگزر کرنے کی عمدہ تعلیم مؤثر ترین انداز میں دی گئی ہے۔

حدیث آئینہ کی عملی مثالیں: منقول ہے کہ حضراتِ حسین کریمین رضی اللہ عنہما نے ایک بوڑھے شخص کو غلط طریقہ پر وضو کرتے دیکھا تو انہوں نے اُس سے فرمایا: "ہم آپ کے سامنے وضو کرتے ہیں آپ ذرا دیکھیں کہ کہیں ہم غلطی تو نہیں کر رہے؟" چنانچہ انہوں نے اُس شخص کے سامنے وضو کیا اور وہ شخص دیکھتا رہا اور دیکھ کر کہا

ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟

(۳۶)

کہ آپ نے اچھے طریقہ سے وضو کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنی غلطیوں کا بھی احساس ہوا اور آپ کو دیکھ کر اس نے صحیح طریقہ سے وضو کرنا سیکھ لیا۔

ملاحظہ کیجئے! آپ نے اس شخص کو غلط طریقے سے وضو کرتے ہوئے دیکھ کر یہ نہیں فرمایا کہ ”آپ کی اتنی عمر ہوگئی ہے، ابھی تک وضو کرنا نہیں آتا“ بلکہ اسے شرمندہ کرنے کے بجائے آپ اس شخص کے لئے آئینہ بنے اور اس شخص نے انسانی آئینے میں دیکھ کر اپنی خامیاں جانیں اور پھر مکمل طور پر اپنی اصلاح کی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

پہلے تو اپنے آپ کو ایک آئینہ بنا۔ وہ خود کفل کے آئینے گے اپنے نقاب سے کون سے نقاب سے؟ رنگ و نسل کے نقاب سے، برادری و قومیت کے نقاب سے، جہالت اور مصیبت کے نقاب سے، گروہ بندی اور انتہا پسندی کے نقاب سے۔

آئینہ ہوں میں شاید جو دیکھتا ہے مجھ کو ہندو ہو یا مسلمان اپنا سا جانتا ہے (امیر) الغرض جب آپ آئینہ بنیں گے تو لوگ ہر قسم کے نقاب سے کفل کر آپ کے سامنے آئیں گے۔ آپ کو دیکھیں گے اور پھر جب انہیں اپنی خامیاں نظر آئیں گی تو پھر ان خامیوں کو دور کرتے چلے جائیں گے۔

پس آپ آئینہ بنے لیکن اُن بنیں؟ (اُن بن یعنی کہاں)۔ جہاں بنے آئینہ بنیں مگر ایسا آئینہ بنیں کہ لوگ آپ کو دیکھ کر پکارا نہیں کہ یہ ہے وہ آئینہ کہ ”رَأَيْنَا وَاهْتَدَيْنَا“ یعنی یہ وہ آئینہ ہے کہ جس کو دیکھ کر ہم نے اپنی اصلاح کی ہے اور ہدایت پائی ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ آپ وہ آئینہ بنیں کہ جس کے بارے میں حدیث میں آیا کہ ”اِذَا رَوَوْا ذَكَرَ اللّٰهَ“ (یعنی یہ وہ آئینے ہیں کہ جن کو جب بھی دیکھا جائے تو اللہ یاد آجاتا ہے۔ (۳۳)

حدیث آئینہ کی دوسری عملی مثال خود نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: ”صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ“ (۳۴) ترجمہ: ”تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔“ گویا آپ ﷺ یوں فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے لئے آئینہ ہوں پس تم مجھے دیکھ کر اپنی غلطیوں اور خامیوں کی اصلاح کیا کرو۔

حیات پاک کا ہر لمحہ آئینہ بن کر ہر اک سوال کا ہر دور میں جواب ہوا

ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟

(۳۷)

اور آپ ﷺ تو درحقیقت وہ آئینہ ہیں کہ فرمایا: ”مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ“ (۳۵) (یعنی میں وہ آئینہ ہوں کہ) ”جس نے مجھے دیکھا اس نے بلاشبہ حق دیکھا۔“ پس آئیے! آئینہ نبوی ﷺ کو اپنے سامنے رکھ کر ہم اپنی اصلاح کریں اپنے خاندان، معاشرے، قوم و ملت اور پھر ساری دنیا کے انسانوں کی اصلاح کریں۔

درہم آئینہ طوطی صفتم داشته اند آنچہ استاذ ازل گفت ہماں ی گویم (حافظ) سوال: حدیث آئینہ کے پہلے حصے کے چوتھے مرحلے میں یہ بتایا گیا ہے کہ کسی کی خوبی نظر آئے تو اسے بتا دیا جائے مگر حدیث میں تو تعریف کی ممانعت آئی ہے؟ جواب: کسی کی بے جا تعریف کرنا یا اس طرح تعریف کرنا کہ سننے والے میں غرور و تکبر پیدا ہو جائے تو ایسی تعریف درست نہیں کیونکہ حدیث میں آتا ہے:

”يَا كُفُّمُ وَالْتِمَازُ خَافَ لَنُؤُ الدَّهْنُ“ (۳۶) ”ایک دوسرے کی (بے جا) خواہاماندہ تعریف سے بچو کہ یہ ذبح کرنا ہے“ لیکن اگر آپ کسی کی کوئی ایسی خوبی بتا رہے ہیں کہ جو واقعہ اس میں پائی جاتی ہے اور اس انداز میں بتا رہے ہیں کہ سننے والے میں غرور و تکبر پیدا ہونے کے بجائے اس میں اس خوبی پر اللہ کا شکر بجالانے کا جذبہ پیدا ہو، وہ اس پر دعائے استقامت کرے، اس کی حوصلہ افزائی ہو، وہ اس خوبی کی قدر کرے اور اسے مزید پروان چڑھائے تو یہ منع نہیں ہے بلکہ خود حدیث سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں (۳۷) کہ نبی اکرم ﷺ نے شیخ عبدالقیس سے فرمایا ”إِنْ فِينِكَ لَخُصْلَتَيْنِ“ ”بلاشبہ تم میں دو خصلتیں (دو خوبیاں) پائی جاتی ہیں۔“ ”يَحِبُّهُمَا اللّٰهُ“ ”اللہ تعالیٰ کو وہ دونوں خوبیاں محبوب اور پسند ہیں۔“ وہ خوبیاں کیا ہیں؟

پہلی خوبی ہے: الْحِلْمُ یعنی ”بردباری“، حلم کو المفردات میں اس طرح define کیا گیا ہے۔ ”الحلم ضبط النفس والطبع عن هيجان الغضب“ یعنی غضب انگیز موقع پر اپنے نفس اور اپنی طبیعت پر قابو (Control) رکھنا حلم ہے۔ اسی کی دوسری حدیث میں یوں فرمایا گیا ہے۔ ”لَا حَلِيمَ إِلَّا ذُو عَصَا“ (۳۸) یعنی عظیم و بردبار وہ شخص ہوتا ہے جو کسی کی اشتعال انگیزی کے باوجود مشتعل (Emotional) نہ ہو بلکہ ایسے موقع پر ضبط نفس (self control) رکھتا ہو۔

ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟

(۲۸)

دوسری خوبی ہے۔ ”الْاَنَانَةُ“ یعنی وقار و سکون، اناۃ کی ضد عجلت یعنی جلد بازی ہے جیسا کہ ایک دوسری حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ ”الانسلۃ من اللسۃ، والعجلۃ من الشیطان“ (۲۹)

حضرت عبداللہ بن عباس کی مذکورہ روایت سے صراحتاً یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی شخص کی خوبیوں کو اس کے سامنے بیان کرنا منع ہوتا تو نبی کریم ﷺ حضرت شیخ عبدالقیس کی خوبیاں ان کے سامنے نہ بتاتے۔ تاہم ان خوبیوں کا ذکر آپ ﷺ نے اس انداز میں فرمایا کہ سننے والے میں غرور و تکبر پیدا نہ ہو بلکہ اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف جائے جیسا کہ یحیٰی اللہ کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

دوسری بات اس ضمن میں یہ ہے کہ اگر کوئی آپ کے سامنے آپ کی کوئی تعریف کرے اور آپ کی کوئی خوبی بتائے تو آپ غور کریں:

۱:- اگر وہ خوبی واقعتاً آپ میں ہے تو اس پر شکر بجالائیں۔ اور اس پر دعائے استقامت کریں اور اس پر غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہوں کہ غرور و تکبر سے سب کچھ چھن جاتا ہے۔

ب:- اگر وہ خوبی واقعتاً آپ میں نہیں تو آپ بتانے والے کو جھڑک نہ دیں کہ یہ بھی بد اخلاقی ہے۔ بلکہ وہ خوبی سننے ہی آپ اسے اپنے اندر پیدا کر لیں۔

اس بات کو اس حقیقی واقعہ (real life story) سے سمجھئے۔

ایک فکر ساز واقعہ:- ایک صاحب عرفان بزرگ تھے، انہوں نے قرآن پاک حفظ نہیں کیا ہوا تھا مگر کسی نے انہیں خط میں ”حافظ“ لکھ دیا تو انہوں نے سوچا کہ لکھنے والے نے تو لکھ دیا ہے مگر یہ خوبی مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ پس آپ نے اسی وقت پختہ عزم کیا کہ اب تو میں حافظ بن کے دکھاؤں گا۔ دوسرے لوگ بھی ایسا عزم کرتے ہیں مگر حقیقی اور بری باتوں پر مثلاً اگر دو اشخاص میں بحث و تکرار ہو رہی ہو ایک دوسرے کو کہہ دے کہ آپ جھوٹے ہیں تو دوسرا فوراً کہتا ہے ”پہلے تو میں جھوٹا نہیں تھا اب بن کے دکھاؤں گا“ لیکن وہ بزرگ Positive thinker تھے۔ انہوں نے بُری چیز اپنانے کا عزم نہیں کیا بلکہ ایک خوبی کو اپنے اندر پیدا کرنے کا عزم کیا۔ چنانچہ قرآن پاک حفظ کرنا شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔

سو پہلے جو خوبی ان میں موجود نہ تھی وہ محض کسی کے لکھ دینے پر، انہوں نے حقیقتاً

ہمہ گیر کردار ساز تبدیلی کیسے؟

(۲۹)

پیدا کر لی۔ اس طرح وہ خوبی اپنا کر حافظ قرآن بھی بن گئے اور آئینہ انسان بھی بن گئے۔

سوال:- کسی کی خامیوں، کوتاہیوں اور عیبوں کا مذاق اڑانے کا مذاق اڑانے والے پر کیا اثر مرتب ہو سکتا ہے؟

جواب:- حدیث میں آتا ہے۔ ”لَا تُنْظِرُ الشَّمَانَةَ لِأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللَّهُ وَيَنْتَلِيكَ“ (۳۰) ”اپنے بھائی کی مصیبت (خامی، کوتاہی، کمزوری، غلطی، عیب یا نقص وغیرہ) پر خوش نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر توجہ کر دے گا (اور اسے اس مصیبت سے نجات دلادے گا) اور تمہیں (اس میں) مبتلا کر دے گا۔“

اس سے پتا چلا کہ کسی کی مصیبت، خامی، کوتاہی اور عیب پر خوش ہونا درحقیقت اپنے آپ کو اُس مصیبت، خامی، کوتاہی اور عیب میں مبتلا کرنا ہے۔ کسی کو کسی مصیبت، خامی، کوتاہی، عیب، مرض اور دکھ وغیرہ میں دیکھ کر ہمیں اللہ کا شکر بجالانا چاہیے کہ اس نے ہمیں اس سے حفاظت میں رکھا جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ جب کسی کو مصیبت، دکھ، تکلیف، مرض، عیب، خامی، بھول اور غلطی وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس وقت یہ دعا کرو: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَا فَا نِي مِمَّا ابْتَلَا بِكَ بِهِ وَ فَضَّلَنِي عَلٰی كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفَضُّلاً“ (۳۱) ”تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس مصیبت سے عافیت بخشی جس میں تجھے مبتلا کیا اور اپنی مخلوق میں سے اکثر پر مجھے فضیلت عطا فرمائی۔“

آپ اگر کسی کو مصیبت، دکھ، مرض اور عیب وغیرہ میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پورے یقین سے کر لیں تو انشاء اللہ اس شے سے آپ محفوظ رہیں گے۔

ایک واقعہ: ایک شخص اپنا واقعہ بیان کرتا ہے کہ جب مجھے پتہ چلا کہ آج میرا فلاں ساتھی اپنی کوئی ضروری شے آفس لانا بھول گیا ہے جس کی وجہ سے اسے انتظامیہ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ تو میں یہ جان کر اگرچہ زبان سے خوشی کا اظہار نہ کرتا تھا مگر دل ہی دل میں اس کی بھول پر خوش ہوتا تھا۔ اس کا نتیجہ مجھے یہ بھگتنا پڑتا تھا کہ کسی دن میں بھی کوئی ضروری شے آفس لانا بھول جاتا تھا اور مجھے بھی انتظامیہ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑتا تھا۔ لیکن جس دن سے مجھے یہ دعا معلوم ہوئی ہے میرا یہ تجربہ ہے کہ جب کبھی میں کسی کو ایسی مصیبت اور کوتاہی میں دیکھ کر یہ دعا پڑھ لیتا ہوں تو میں اُس مصیبت و کوتاہی سے بچ جاتا ہوں اور جب کبھی یہ دعا نہیں پڑھتا تو میں بھی دوسرے کی طرح کبھی نہ کبھی

اسی مصیبت اور کوتاہی میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔

سوال: دوسرا ایک ہی جگہ شادی کرنا پسند کرتے ہوں تو وہ پہلی حدیث پر کیسے عمل کریں گے؟

جواب: مرد دو ہیں، جگہ ایک ہے اور ظاہر ہے ایک وقت میں دوسرا ایک ہی جگہ شادی نہیں کر سکتے تو پھر اس حدیث پر عمل کیسے ہوگا؟

اس مسئلے کا حل بالکل آسان ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ اپنی پسند سے دستبردار (with draw) ہو جائیں۔ اس طرح نہ صرف اس حدیث میں عمل ہو جائے گا کہ جو اپنے لئے پسند کرو وہی دوسروں کیلئے پسند کرو بلکہ اسلام کے اس سے بھی اعلیٰ اصول ”ایثار“ پر بھی عمل ہو جائے گا۔

تاریخ اسلام میں اس سے ملتی جلتی عملی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً:

پہلا واقعہ: مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب نبی اکرم ﷺ نے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان رشتہ مواخات قائم کیا تو انصار نے اپنے مال و دولت کے نصف حصے کا مالک مہاجرین کو بنایا۔ چنانچہ حضرت سعد بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے مال و اسباب کا آدھا حصہ اپنے مہاجر بھائی حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیا اور مزید کہا کہ میری دو بیویاں ہیں ایک کو میں طلاق دے دیتا ہوں عدت گزارنے کے بعد آپ اس سے اپنا نکاح کر لیں۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی خود دار انسان تھے۔ انہوں نے اپنے انصاری بھائی کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں تاکہ میں خود تجارت کر سکوں۔ (۴۲)

غور کیجئے! جب سعد بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ عقد نکاح کے بعد بھی اپنے مہاجر بھائی کے حق میں اپنی ایک زوجہ سے دستبردار ہونے کو تیار ہیں تو پھر کوئی مسلم عقد نکاح سے پہلے اپنے بھائی کے حق میں اپنی پسند کی جگہ سے دستبردار کیوں نہیں ہو سکتا؟

اخوت کا تقاضہ ہے کہ آپ اپنے لئے جو چیز پسند کریں وہی چیز دوسرے کے لئے پسند کریں۔ بالفاظ دیگر آپ اپنی ضرورت بھی پوری کریں اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے کی ضرورت بھی پوری کریں۔ جبکہ ایثار کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ اپنی ذاتی پسند پر دوسرے کی پسند کو ترجیح دیں یعنی اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھیں۔ مثلاً:

دوسرا واقعہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میں سخت بھوکا ہوں۔ آپ ﷺ نے پہلے اپنے گھر کھانے کا پتہ کر دیا مگر پتہ چلا کہ دو جہاں کے سردار ﷺ کے گھر پر اس وقت پانی کے سوا کچھ موجود نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جو اس شخص کو آج رات اپنا مہمان بنائے۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اسے میں اپنا مہمان بناؤں گا۔ چنانچہ وہ صحابی رسول ﷺ کے گھر گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ کھانے کو کچھ ہے؟ تو بیوی نے کہا کہ صرف بچوں کے کھانے کے لئے کچھ سامان ہے۔ ہمارے اپنے کھانے کے لئے بھی کچھ موجود نہیں۔ یہ سن کر اس صحابی رسول نے اپنی بیوی سے کہا کہ آج رات بچوں کو بھلا کر سلا دو اور پھر جب مہمان آئے اور کھانا پیش کرو تو اس وقت چراغ بجھا دینا اور یہ ظاہر کرنا کہ میں بھی اندھیرے میں اس مہمان کے ساتھ کھا رہا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور جب کھانا مہمان کے سامنے رکھا گیا تو چراغ بجھا دیا گیا اور اندھیرا ہو گیا اور مہمان نے اندھیرے میں یہ سمجھا کہ میزبان بھی میرے ساتھ کھانا کھا رہا ہے۔ حالانکہ جو نبی اندھیرا ہوا، میزبان نے اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور صرف مہمان کو پیٹ بھر کر کھانے دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو یہ سارا ماجرا سنایا گیا تو آپ ﷺ نے ان دونوں میاں بیوی کے مہمان کے ساتھ اس سلوک کو بہت پسند فرمایا۔ (۴۳)

تاریخ اسلام میں ایثار کی یہ ایک عمدہ مثال ہے کہ دونوں میاں بیوی خود بھی بھوکے رہے اور بچوں کو بھی بھوکا سلا یا مگر مہمان کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ آج ہمارا کردار بالکل اس کے برعکس ہے، ہم دوسروں کو اپنا حق دینے کے لئے تو کبھی تیار نہیں ہوتے بلکہ حد تو یہ ہے کہ دوسروں سے ان کا حق چھیننے کو بھی اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اس بات کی عملی مثال دیکھنا ہو تو شادی ہال چلے جائیے۔ جو نبی کھانا سامنے آتا ہے تو بڑے بڑے مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ بھی کھانے پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں کہ گویا ہفتوں سے کسی قید خانے میں بھوکے رہے ہوں۔ حیرت تو یہ ہے کہ اسے تہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ کیسی تہذیب ہے؟ تہذیب تو یہ ہے جو اسلام سکھاتا ہے کہ پہلے تو ایثار کرو اور اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو مقدم رکھو۔ یا کم از کم اخوت کا مظاہرہ کرو کہ دوسروں کی ضرورت کو بھی اپنی

ضرورت کی طرح پوری کرنا پسند کرو۔

سوال ۳: "بعض مقامات پر آئینے کی طرح خاموشی اختیار کرنی چاہیے ورنہ اللہ کی تائید اور مدد مانگ جاتی ہے" اس کی دلائل کے ساتھ وضاحت کریں؟

جواب: پہلا واقعہ: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سخت برا بھلا کہا (شتم)۔ نبی اکرم ﷺ بھی موقع پر موجود تھے اور یہ سب کچھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے (تنبہم)۔ پہلے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شخص کی بُری بجلی باتوں کو سن کر خاموش رہے مگر جب اس نے کچھ زیادہ ہی برا بھلا کہا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سکوت توڑتے ہوئے اس کی بعض باتوں کا جواب دے دیا۔ جوں ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شخص کی باتوں کا جواب دینا شروع کیا تو حضور اکرم ﷺ ناراضگی سے کھڑے ہو گئے اور وہاں سے چل دیئے (فَغَضِبَ النَّبِيُّ ﷺ وَ قَامَ)۔ حضور اکرم ﷺ کو ناراض دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ شخص مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے اور جب میں نے اس کی بعض باتوں کا جواب دے دیا تو آپ ناراض ہو کر چلے آئے؟

حضور ﷺ نے فرمایا: "کان معک ملک یود علیہ"

یعنی اے ابو بکر جب تم خاموش تھے تو تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے اس کو جواب دے رہا تھا اور جب تم نے اسے خود جواب دیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور "شیطان آگیا" فلما رَدُّذْتُ عَلَیْهِ وَقَعَ الشَّيْطَانُ (۴۴)

اس واقعہ سے صراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر جب تک بندہ خاموش رہتا ہے اس وقت تک اللہ کی طرف سے فرشتے کے ذریعے اس کی مدد کی جارہی ہوتی ہے اور جب بندہ خود بولنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ کی طرف سے وہ مدد و تائید اٹھالی جاتی ہے۔ اب آپ خود غور کیجئے کہ آیا کسی موقع پر آپ کا جواب دینا بہتر ہے یا کہ آپ کی طرف سے فرشتے کا جواب دینا بہتر اور نتیجہ خیز ہے؟ اس بات کو ایک واقعہ سے سمجھیے۔

دوسرا واقعہ: میرے انتہائی شفیق اور محترم استاد علامہ شیخ محمد اقبال لاسی صاحب مدظلہ العالی نے ایک مرتبہ اپنا ایک واقعہ سنایا کہ وہ صبح کو (غالباً رنجھوڑ لائن) سے اسلامک سینٹر آرہے

تھے کہ راستے میں ایک شخص نے ان پر پان کی پیک تھوکی اور ان کے پڑے خراب ہو گئے لیکن ایسی اشتعال انگیز حرکت پر بھی وہ خاموش رہے اور اس شخص کو کچھ بھی نہ کہا۔ وہ شخص یہ دیکھ کر فوراً ان کے پاس آیا اور آبدیدہ ہو کر ان سے معافی مانگنے لگا۔

ذرا غور کیجئے: آپ کو صبح کے وقت مقررہ ٹائم پر پہنچنا ہو اور کوئی آپ کے کپڑوں پر پان تھوک کر بالکل خراب کر دے تو آپ کا کیا رد عمل ہوگا؟

ممکن ہے ہم ایسے شخص کو تلاش کر کے اسکی خوب پٹائی لگائیں لیکن استاد محترم نے اسے کچھ بھی نہ کہا بلکہ خاموش رہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے اس خاموش اور مثبت رد عمل کی وجہ سے (مذکورہ بالا روایت کے مطابق) فرشتے نے ان کی طرف سے اس شخص کو جواب دیا اور اتنا اثر انگیز جواب دیا کہ اس شخص کے آنسو بہہ نکلے اور فوراً معافی مانگنے لگا۔ یہ واقعہ آج کے دور میں یقیناً مذکورہ بالا حدیث کی عملی مثال ہے۔

اسی حدیث کے بقیہ حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کہنے کے بعد پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اے ابو بکر تین چیزیں حق ہیں۔

۱: اگر کسی بندہ پر ظلم و زیادتی کی جائے اور وہ بندہ صرف اللہ کی رضا کے لئے معاف کر دے تو اللہ اس معافی کے سبب اُس بندے کی مدد کرتا ہے اور پھر پور مدد کرتا ہے۔ (أَعِزُّ اللَّهُ بِهَا نَصْرَهُ)۔

۲: جب کوئی شخص صلہ رحمی کے ارادے سے دینے کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال میں کمی نہیں کرتا بلکہ اس صلہ رحمی کے سبب اس مال میں اضافہ فرماتا ہے۔

۳: جب کوئی شخص دوسروں سے مانگتا ہے تاکہ اس کا مال زیادہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے مال کو زیادہ نہیں کرتا بلکہ اس مانگنے کے سبب کم کر دیتا ہے۔

ایک فکر ساز لطیفہ:- اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ دوسروں سے مانگ کر اپنے مال میں اضافہ نہیں کیا جاسکتا بلکہ دوسروں کو اپنے مال میں سے اللہ کی رضا کے لئے دینے سے اپنے مال میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

آج ہمارا حال اس سے مختلف ہے ہم دوسروں کو دینے کی بجائے دوسروں سے بلا ضرورت لینے کے عادی ہو چکے ہیں۔ ایک لطیفہ ہے کہ ایک شخص ہمیشہ دوسروں سے مال لینے کا عادی تھا اور دوسروں کو دینے سے بہت گھبراتا تھا حتیٰ کہ اپنے مال کے بچے جان

دے دینے کو تیار ہو جاتا تھا مگر اللہ کی راہ میں اسکا دیا ہوا مال دینے کو بھی تیار نہ ہوتا تھا۔ ایک دن یہی شخص کسی نہر میں ڈوب گیا اور مدد کے لئے لوگوں کو پکارنے لگا تا کہ کسی طرح اس کی جان بچ سکے۔ ایک شخص اس کی چیخ و پکار سن کر اس کی مدد کے لئے دوڑا اور اس کی جان بچانے کے لئے نہر کے کنارے کھڑے ہو کر ڈوبنے والے سے کہا "اپنا ہاتھ دو" جب ڈوبنے والے نے "دو" کا لفظ سنا تو پہلے جن ہاتھوں کو مدد لینے کے لئے اوپر کیا ہوا تھا انہیں فوراً پیچ لیا۔ مدد کے لئے آنے والا شخص پہلے تو یہ حال دیکھ کر حیران ہوا مگر فوراً ہی اس نے ڈوبنے والے کو پہچان لیا اور بات اس کی سمجھ میں آ گئی کہ یہ شخص تو عمر بھر دوسروں سے لینے کا عادی رہا ہے۔ کسی کو کچھ دینے سے تو یہ کتراتا ہے۔ سو! اب اس شخص نے اپنے الفاظ بدل کر ڈوبنے والے سے کہا: "میرا ہاتھ لو" پس جب ڈوبنے والے نے "دو" کے بجائے "لو" کا لفظ سنا تو فوراً اس نے اپنا ہاتھ دیا اور مدد کرنے والے نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے نہر سے باہر نکال دیا۔

یہ لطفہ جہاں ایک شخص کی ہمیشہ دوسروں سے چیزیں لیتے رہنے کی خطرناک عادت کو ظاہر کرتا ہے وہاں اس میں ایک اہم سبق یہ بھی ہے کہ جب آپ کسی شخص کو کوئی بات سمجھا رہے ہوں اور وہ شخص آپ کی بات نہ سمجھے تو آپ مایوس نہ ہوں بلکہ اپنے سمجھانے کا طریقہ بدل دیں اور اس کو سمجھانے کے بجائے آپ اس کو سمجھ لیں آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ جس طرح کہ پہلے مدد کرنے والا اسے سمجھا رہا تھا مگر ڈوبنے والا سمجھ نہیں رہا تھا مگر جب مدد کرنے والے نے ڈوبنے والے کو سمجھ لیا تو پھر مقصد پورا ہوا اور اس کی جان بچائی۔ ہم اکثر دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ہمیں دوسروں کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو سمجھنا بھی چاہیے۔

سوال: حدیث آئینہ سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ہمیں آئینہ کی طرح خاموش رہ کر دوسروں کی اصلاح کرنی چاہیے تو کیا ہمیشہ خاموشی اختیار کرنا حکمت ہے اور بولنا خلاف حکمت ہے؟

جواب: اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں تو شیر ہے تو اس سے مراد اس کی بہادری ہے، اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ کام آئیے کی طرح خاموشی سے کرنا چاہئے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کام کو پوشیدہ طور پر انجام دیں۔ یہاں خاموشی سے مراد پوشیدہ طور پر کوئی

کام کرنا ہے۔ بلاشبہ بعض مقامات پر خاموش رہنا مطلوب بھی ہے اور باعثِ حکمت بھی ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا واقعہ سے ظاہر ہے۔ مگر ہر جگہ خاموشی اختیار کرنا نہ حکمت ہے اور نہ ہی مطلوب ہے۔ اس کے برعکس بعض مقامات پر خاموشی اختیار نہ کرنا افضل ہے مثلاً فرمایا۔

۱۔ ”ظالمو جابر حکمران کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے“ (۱۹)

۲۔ اربعین نوویہ میں "فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ" کی شرح میں ابوالقاسم القشیریؒ نقل کرتے ہیں کہ ابوبلی الدقاق کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: "مَنْ سَكَتَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ شَيْطَانٌ أَخْرَسٌ" ترجمہ: "جو حق (بتانے) سے خاموش رہے وہ گونگا شیطان ہے" (۳۵)

۳:- بعض مقامات پر بر محل بولنا عین تقاضائے حکمت اور باعث حکمت ہوتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے پتا چلتا ہے۔

واقعہ :- ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ خبردار عورتوں کے مہر میں غلو نہ کرو (زیادہ نہ طے کرو) کیونکہ اگر یہ دنیا میں باعث عزت و محرم ہوتا یا اللہ کے نزدیک باعث تقویٰ ہوتا تو اللہ کے رسول تم سے زیادہ حقدار تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی کسی زوجہ مطہرہ یا اپنی کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ نہیں رکھا۔ یہ سن کر ایک عورت کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی ”يَا عُمَرُ يُعْطِيْنَا اللّٰهُ وَنَحْرُ مَنَا“ اے عمر! اللہ تو ہمیں عطا کرتا ہے اور آپ ہمیں محروم کر رہے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جب تم کسی عورت کو ذمیر بھر مال بھی دے دو تو اس سے کچھ نہ لو“ فَنُطْأُ لَا فَلَآ تَأْخُذُوْا اِمْنَهٗ شَيْئًا“ (۳۶) یعنی اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذمیروں مال کی بات کر رہا ہے آپ اس پر حد مقرر کر رہے ہیں۔ حضرت عمر نے اس عورت کی بات سن کر فرمایا ”اَصَابَتْ اِمْرَاَةً وَاَخْطَا عُمَرُ“ (۳۷) ترجمہ: عورت نے درس لیا کہہا ہے اور عمر نے خطا کی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی رائے واپس لے لی۔

ہوئی تو وہ عورت جو کہ صحابیہ تھیں یا کم از کم تابعیہ ضرور تھیں اس وقت حضرت عمر کے سامنے خاموشی اختیار کر لیتیں مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ نیز اگر اس وقت بولنا خلافِ کلام ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی رائے واپس لے لی۔

تو حضرت عمر اس عورت کو روک دیتے مگر آپ نے اس عورت کو سب کے سامنے بولے دیا اور اس بولنے کو appreciate بھی کیا۔

دیگر اسباق (Lessons): اس روایت سے دیگر بہت سے سبق بھی ملتے ہیں۔ مثلاً:

۱:- عورتوں کا حقوق و فرائض سے آگاہی: مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنے حقوق و فرائض سے آگاہ ہونا چاہیے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑی ہو کر بولنے والی عورت آگاہ تھی۔ عورتوں پر ظلم و تشدد کے جتنے واقعات ہوتے ہیں۔ ان میں ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اپنے حقوق و فرائض سے ناواقف ہوتی ہیں۔ اگر انہیں معلوم ہو کہ اسلام نے انہیں کتنے حقوق دیے ہیں اور ان کے کیا فرائض متعین کیے ہیں تو ان واقعات میں کمی آسکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حقوق و فرائض سے آگاہی کیسے ہو؟ حقوق و فرائض سے آگاہی صرف اور صرف تعلیم و تربیت کے ذریعے ہو سکتی ہے کیونکہ تعلیم ایک ایسی روشنی ہے جس میں ہر شے نظر آتی ہے اور جہالت ایک ایسا اندھیرا ہے جس میں دوسری چیزوں کو دیکھنا تو درکنار انسان اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ نیز جہاں تعلیم یافتہ افراد ہوتے ہیں وہاں ہر شخص سمجھنے اور سمجھانے کے لئے تیار ہوتا ہے مگر جہاں جہالت ہوتی ہے وہاں بے جا ضد اور ہٹ دھرمی پرورش پاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی مد فیعد درست ہے کہ ایک عورت تعلیم و تربیت یافتہ اور صالح و نیک بنتی ہے تو پھر ایک پوری نسل تعلیم و تربیت یافتہ اور صالح و نیک بن جاتی ہے۔

۲:- عورتوں کی اسلامی تعلیم و تربیت: اس روایت سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ عورتوں کی اسلامی تعلیم و تربیت کا اس قدر اعلیٰ انتظام ہونا چاہیے کہ وہ نہ صرف اسلام کی سرسری تعلیم سے واقف ہو سکیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑی ہو نے والی عورت کی طرح خود مسائل و احکام اخذ بھی کر سکیں اور ظاہر ہے کہ مسائل و احکام کا استخراج اور قرآن و احادیث سے استدلال صرف اسی وقت ممکن ہے جب انسان کے پاس سرسری تعلیم نہ ہو بلکہ گہری اور اعلیٰ تعلیم (higher and deep education) ہو۔

۳:- اسلام میں آزادی اظہارِ رائے: اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں آزادی اظہارِ رائے کو کتنا اعلیٰ مقام حاصل ہے کہ ایک عورت بھی خلیفہ وقت کے سامنے فوراً کھڑی ہو کر بلا خوف و خطر اور بلا روک ٹوک اپنا موقف بیان کر دیتی ہے۔ یہ

واقعہ حقوق نسواں کی بھی ایک مثال ہے اور آزادی اظہارِ رائے (freedom of expression) کی بھی ایک مثال ہے۔ اور اسی آزادی اظہارِ رائے سے آزادی صحافت وغیرہ کا تصور وجود میں آتا ہے۔ تاہم یاد رہے کہ یہ آزادی کوئی مادر پدر آزادی نہیں بلکہ یہ اسلام میں آزادی ہے، نہ کہ اسلام سے آزادی۔

۴:- تذکیر... یاد دہانی (دوسروں کو یاد دلانا): اس واقعہ سے ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ ہمیں تذکیر اور خصوصاً تذکیر بالقرآن کا اہتمام کرنا چاہیے اور وہ اس طرح کہ اگر آپ کسی شخص میں اسلامی نقطہ نظر سے کوئی خطا یا غلطی دیکھیں تو اس وقت آپ یہ سوچ کر بیٹھ نہ جائیں کہ ”میں تو چھوٹا ہوں“ وہ تو بڑے ہیں“ وہ تو عالم ہیں اور خود جانتے ہیں میں کیا بتاؤں“ بلکہ ایسے موقع پر آپ کا فرض ہے کہ آپ خطا کرنے والے کو یاد دلانیں اور قرآن و احادیث سے یاد دلانیں کیونکہ کسی شے کا جاننا اور بات ہوتی ہے اور کسی موقع پر اس جانی ہوئی بات کی طرف توجہ رہنا اور بات ہوتی ہے۔ اس لئے کہ ایک انسان دن میں کئی کام کرتا ہے اور انسان کا ذہن ہر وقت مشغول (busy) رہتا ہے۔ اور یہ لازمی نہیں کہ کوئی جانی ہوئی بات کسی موقع پر ذہن کی اسکرین پر ہی ہمیشہ رہے۔ اسی لئے تو حکم ہے کہ ”وَذَكِّرْ“ اور یاد دلاؤ..... توجہ دلاؤ ذہن کی اسکرین پر لاؤ، mind میں تو رہے لیکن remind کراؤ۔

”لَئِنْ الذَّكَرَى تَنَفَّعُ الْمُؤْمِنِينَ“ (۴۸) ”بیشک یاد دلانا (remind) مومنوں کو نفع و فائدہ دیتا ہے“۔ کس کو نفع دیتا ہے؟۔۔۔ مومنوں کو یعنی حقائق ماننے والوں کو۔ لہذا جو حقیقت نہ مانے وہ اس کا معاملہ ہے۔ آپ کا کام تو یاد دلانا ہے۔

دیکھیے اس عورت نے بھی حضرت عمرؓ کو یاد دلایا اور قرآن سے یاد دلایا اور جس آیت کے ذریعے یاد دلایا اس کو حضرت عمرؓ بھی جانتے تھے اور پہلے کئی مرتبہ پڑھ چکے تھے۔ مگر اس وقت آپ کی توجہ ادھر نہ تھی۔ لیکن جو نبی اس عورت نے وہ آیت یاد دلائی تو پھر آپ کی توجہ ادھر گئی اور آپ نے حقیقت کو مانا۔

۵:- اپنی غلطی فوراً تسلیم کرنا: اس واقعہ سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جب کوئی شخص..... خواہ مرد، عورت یا بچہ ہی..... آپ کو قرآن و حدیث سے کوئی بات یاد دلانے اور خطا یا غلطی پر توجہ دلائے تو آپ فوراً اپنی غلطی کو تسلیم کریں اور یہ نہ دیکھیں کہ توجہ دلانے

والا آپ سے چھوٹا ہے یا بڑا۔ بلکہ اپنی غلطی فوراً مان کر اپنی اصلاح کریں اور غلطی کی طرف توجہ دلانے والے کو (Appreciate) کریں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا اور سرے عام فرمایا ”عورت نے ٹھیک کہا ہے اور عمرؓ نے غلطی کی ہے۔“

ہمارا رویہ ایسے موقع پر عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی ہمیں ہماری غلطی بتائے تو پہلے تو ہم اپنی غلطی مانتے ہی نہیں اور اگر مان بھی لیتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنی غلطی سن کر خاموش ہو جاتے ہیں اور کچھ Remarks نہیں دیتے اور پھر اگر کوئی کچھ Remarks بھی دے دیتا ہے تو بس اتنا کہہ دیتا ہے کہ ”ہاں بات تو ٹھیک ہے“ اور یہ بھی نہیں کہتا کہ ”آپ کی بات ٹھیک ہے“ اور اگر کوئی یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ ”آپ کی بات ٹھیک ہے“ تو کوئی یہ نہیں کہتا کہ ”آپ کی بات ٹھیک ہے اور میں غلطی پر ہوں۔“

یاد رکھیے! اپنی غلطی ماننا ذلت کا کام نہیں بلکہ عزت کا کام ہے۔ اپنی غلطی ماننا بزدلی کا نام نہیں بلکہ دلیری اور زندہ دلی کا نام ہے۔ اپنی غلطی ماننا شرم ساری کا نام نہیں بلکہ انکساری کا نام ہے۔ اپنی غلطی ماننا کمزور ہونے کی دلیل نہیں بلکہ انتہائی طاقتور، جرأت مند، بہادر، اور نڈر ہونے کی دلیل ہے۔ نیز اپنی غلطی تسلیم کر لینے سے کوئی شخص ایک جگہ رک نہیں جاتا بلکہ فوراً آگے چلنا شروع کر دیتا ہے اور ترقی و کمال سے ہمکنار ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ آپ کتنے نڈر اور جرأت مند ہیں کہ آپ فوراً اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ”تم ٹھیک ہو اور میں غلط ہوں۔“ نیز چونکہ خطا سب کے سامنے تھی اس لئے اعتراف و رجوع بھی سب کے سامنے کیا۔ اپنی غلطی کو سب کے سامنے تسلیم کرنے کا یہی درس ہمیں نماز کے ذریعے بھی دیا گیا ہے، کیسے؟

نماز اور سب کے سامنے اپنی خطا تسلیم کرنا: نماز میں غلطی کرنے کی مختلف صورتوں سے ایک صورت یہ ہے نماز میں آپ سے اس طرح غلطی ہو جائے کہ واجب چھوٹ جائے تو اس کا حکم یہ ہے ایسی غلطی پر اگر آپ سجدہ سہو کر لیں تو نماز ہو جائے گی اور دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ جب آپ سجدہ سہو کرتے ہیں تو سب دیکھنے والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ آپ سے کوئی غلطی ہوئی ہے اس لئے آپ نے سجدہ سہو کیا ہے۔ اس طرح آپ سجدہ سہو کر کے گویا اپنے عمل سے یہ اظہار کرتے ہیں کہ (۱) مجھ سے

نماز میں غلطی ہوئی ہے (۲) میں نے اپنی غلطی کو مانا ہے (۳) اور میں نے اپنی غلطی کو فوراً درست بھی کیا ہے۔

اور اگر کوئی امام سجدہ سہو کرتا ہے تو وہ تو ہزاروں لوگوں کے سامنے اپنے عمل سے یہ اعلان کرتا ہے کہ دیکھو! میں سب کے سامنے ایک اعلان کرتا ہوں، لہذا تم میں سے جو میرے ساتھ جماعت میں پہلے سے شریک تھا وہ بھی جان لے اور جو بعد میں آکر شریک ہوا وہ بھی جان لے کہ (۱) میں نے ایک غلطی کی ہے (۲) میں نے اپنی غلطی کو فوراً تسلیم کیا ہے (۳) اور آپ سب لوگوں کے سامنے فوراً درست بھی کر دیا ہے۔

سوال: آئینہ دیکھ کر جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کے ذریعے کیا سبق دیا گیا ہے؟ وضاحت کریں۔

جواب: آئینہ دیکھ کر یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ ”اَللّٰهُمَّ حَسَنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ“ ترجمہ: ”اے اللہ تو نے میری صورت (وخلق) کو حسین بنایا ہے پس تو میری سیرت (وخلق) کو بھی حسین بنادے۔“

اس دعا میں انسانی سوچ کو مثبت اور تعمیری رخ پر رکھنے کے لئے بہت سے سبق ملتے ہیں مثلاً: ۱۔ آپ جب آئینہ دیکھتے ہیں تو آئینے میں اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ آئینہ مخلوق ہے اور آپ بھی مخلوق ہیں لیکن مخلوق کو دیکھ کر آپ پہلا لفظ یہ کہتے ہیں ”اَللّٰهُمَّ“ اے اللہ! لہذا پہلا سبق یہ دعا یہ سیکھاتی ہے کہ مخلوق کو دیکھ کر خالق کو یاد کیا کرو۔ مثلاً کسی حسین شے کو دیکھو تو اس کے حسن کے جلووں میں گم نہ رہ جاؤ بلکہ یہ بھی یاد کر لیا کرو کہ اس حسین کا خالق کتنا حسین ہوگا! یقیناً وہ احسن الخالقین ہے۔ اسی طرح جب کسی کی ناراضگی کو دیکھو تو اس وقت اللہ کی ناراضگی کو یاد کر لیا کرو کہ فلاں شخص مجھ سے ناراض ہے تو میرا یہ حال ہے تو اگر اللہ ناراض ہو جائے تو پھر میرا حال کیا ہو جائے گا؟ اسی طرح جب کسی کی رضا و خوشی پاؤ تو اس وقت اللہ کی رضا و خوشی کو بھی یاد کر لیا کرو کہ فلاں شخص مجھ سے خوش ہے تو اس کا یہ اثر ہے تو اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش ہو جائے تو پھر اسکی خوشی کا مجھ پر کیا اثر ہوگا! اسی طرح جب کہیں راحت و سکون پاؤ تو اللہ کی جنت میں راحت و سکون کو یاد کر لیا کرو اور جب آگ و گرمی دیکھو تو جہنم کی آگ و گرمی کو بھی یاد کر لیا کرو۔

یہی وہ سوچ ہے جو قرآن ہمیں دیتا ہے مثلاً جب غزوہ تبوک کے موقع پر کچھ

لوگوں نے کہا کہ گرمی بہت زیادہ ہے اس لئے باہر مت نکلو اور غزوہ میں شریک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذریعے فرمایا: "فَلَا تُلَاقُوا الْكُفْرَ وَلَا الْكُفْرَ لَاقُوا الْإِسْلَامَ" (۵۰) انہوں نے کہا گرمی زیادہ ہے باہر نہ نکلو (تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ) آپ فرما دیجئے کہ جہنم کی گرمی (اس سے بھی کہیں) شدید تر ہے۔

یعنی تم دنیا کی گرمی کی فکر کرتے ہو اور اس سے بچنے کی تدبیریں سوچتے ہو، جہنم کی گرمی تو اس سے بھی زیادہ تیز ہے۔ لہذا اس گرمی کی تمہیں زیادہ فکر ہونی چاہیے اور اس سے بچنے کا اہتمام تو ہر لحاظ سے زیادہ ہونا چاہیے۔ الغرض اس دعا کا پہلا لفظ یہ سبق سکھاتا ہے کہ مخلوق کو جب دیکھو تو اللہ کو یاد کرو تا کہ کائنات کی ہر شے ہر لمحہ اللہ سے ملا دینے والی بن جائے۔

۲:- غور کیجئے! جہاں خلق و صورت کا اس دعا میں ذکر ہے وہاں یہ الفاظ سکھائے گئے ہیں کہ "اے اللہ تو نے میری صورت (وخلق) کو حسین بنایا ہے" اور جہاں سیرت (وخلق) کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ سکھائے گئے ہیں کہ "اے اللہ..... تو میری سیرت (وخلق) کو حسین بنا دے۔" حسین بنایا ہے "اور" حسین بنا دے "میں یہ اشارہ ہے کہ صورت وخلق بنانا اصلاً انسان کے لئے ناممکن ہے۔ مگر سیرت و کردار اور خلق کو بنانا انسان کے لئے بالکل ممکن ہے۔ اس لئے عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ناممکن کے میدان (area of impossibility) کو چھوڑ کر ممکن کے میدان (area of possibility) میں کام کرے اور اپنی صورت وخلق کے بارے میں فکر مند ہونے کی بجائے اپنی تمام تر توجہ سیرت و اخلاق سازی پر صرف کرے۔ ورنہ ناممکن کے دائرے میں توانائی، وقت اور مال خرچ کرنے سے ناکامی ہوگی اور ناکامی سے مایوسی ہوگی اور مایوسی سے احساس کمتری اور احساس کمتری سے احساس محرومی جنم دے گا اور پھر انسان تعمیرِ رُخ پر سوچنے کی بجائے منفی رو میں بہتا چلا جائے گا۔

۳:- اس دعا میں حسن کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک حسن خلق و صورت اور دوسرا حسن خلق و سیرت۔ ایک حسن ظاہر، دوسرا حسن باطن۔ اور توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان اپنے ظاہری شکل و صورت کے حسن پر ہر حال میں راضی رہے اور اللہ کا شکر بجا لائے اور مصنوعی، بناوٹی اور عارضی حسن پر وقت ضائع کرنے کی بجائے، حسن سیرت و

کردار و اخلاق پیدا کرنے کی بھی کوشش کرے اور اللہ سے دعا بھی کرتا رہے۔ کیونکہ نبی وہ حسن ہے جو اصلاً انسان کے اختیار میں ہے۔ اسی کے بارے میں سوال ہوگا اور نبی وہ حسن ہے جس کی چمک دمک کے سامنے باقی سارے حسن ماند پڑ جاتے ہیں اور نبی وہ حسن ہے جس کے علاوہ باقی تمام حسن زوال پذیر ہیں۔ بقول شخصے جب چہرے کا حفرانہ بدل جاتا ہے تو پھر ہسٹری بھی بدل جاتی ہے۔ یعنی جب صورتی حسن جو بن پر ہوتا ہے تو تعریف و توصیف کی ہسٹری چلتی ہے اور جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حسن ختم ہو جاتا ہے تو پھر تعریف کے بجائے مذمت کی ہسٹری شروع ہو جاتی ہے۔

۴:- بخاری شریف میں ایک حدیث کے مطابق دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان احساس کمتری اور احساس محرومی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ایک چیز مال و دولت ہے کہ جب انسان اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کو دیکھتا ہے تو احساس محرومی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری چیز شکل و صورت ہے کہ جب انسان اپنے سے زیادہ خوبصورت کو دیکھتا ہے تو احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن اسی حدیث میں احساس کمتری و محرومی کا علاج بھی بتایا گیا ہے کہ "جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو اپنے سے زیادہ مالدار، اور زیادہ خوبصورت دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اس شخص کو بھی دیکھے جو مال و خوبصورتی میں اس سے کم ہو۔" مسلم کی روایت میں اس کی وجہ (reason) یہ بتائی گئی کہ "فَهُوَ أَحْسَنُ زَانٍ لَا تَزِدُّوهُ نِعْمَةً اللَّهُ عَلَيْكُمْ" (۵۱) کہ اس طرح دیکھنے سے "تم اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کو کمتر نہیں سمجھو گے" بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤ گے۔ اس حدیث میں بھی دراصل انسان کی سوچ کو بدلا جا رہا ہے کہ اپنے اور دوسرے کے بارے میں منفی انداز میں سوچنے کے بجائے ہمیشہ مثبت طور پر سوچا جائے۔ گویا یہ فرمایا جا رہا ہے کہ تم ایک طرف تو دیکھتے ہو، دوسری طرف بھی دیکھو یعنی دوسروں کو دیکھ کر تمہیں اپنی خامیاں تو نظر آرہی ہیں لیکن دوسروں کو دیکھ کر اپنی خوبیوں کو بھی دیکھ لیا کرو تا کہ احساس محرومی اور کمتری کی بجائے تم میں شکر کا جذبہ پیدا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ آئینہ دیکھ کر پڑھے جانے والے یہ الفاظ صرف دعائی نہیں بلکہ اللہ کی ثنا بھی ہیں اور یہ الفاظ نہ صرف انسان کو مخلوق کے جلووں کے ذریعے خالق کی یاد دلاتے ہیں بلکہ انسان کے اندر زبردست جذبہ شکر بھی پروان چڑھاتے ہیں نیز یہ الفاظ

انسان کے لئے ممکن اور ناممکن کی حدود متعین کر کے انسان کو اپنے قیمتی وقت، مال و دولت اور توانائی خرچ کرنے کا بہترین اور ممکن مصرف بتاتے ہیں اور احساس کمتری اور احساس عرووی جیسے نفسیاتی امراض سے انسان کو بچاتے ہیں۔ ان دعائیہ الفاظ کے ذریعے یہ درس بھی دیا گیا ہے کہ جہاں انسان اپنے ظاہر کی صفائی و ستھرائی کا خیال رکھے وہاں اپنے باطن کی صفائی اور چمک کے لئے بھی بھرپور کوشش کرے اور اس کوشش کو نتیجہ خیز بنانے کے لئے اللہ سے دعا بھی کرے۔ علاوہ ازیں اس دعا کے ذریعے یہ بھی درس دیا گیا ہے کہ انسان یک طرفہ نہ دیکھے بلکہ دوطرفہ دیکھے تاکہ انسانی سوچ انتہا پسند (extremist) بننے کی بجائے متوازن (balanced) انداز میں develop ہو۔ نیز اس کے ذریعے یہ بھی سکھایا گیا ہے کہ انسان اپنے بارے میں اور دوسروں کے بارے میں اچھی سوچ رکھے اور اپنی خامیوں کو دیکھ کر مایوس نہ ہوتا رہے بلکہ اپنی خوبیوں پر بھی نظر رکھے اور جو کچھ اس کے پاس موجود ہو اس پر اللہ کا شکر بجالائے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱: سورة الرعد ۱۱:۱۳
- ۲: حدیث رواہ البخاری و مسلم عن ابی حمزہ بن انس بن مالک ؓ۔ الحدیث الثالث عشر فی الاربعین النوویہ لایام یحیی بن شرف الدین النووی التتوی ۶۷۷ھ، مطبوعہ نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
- ۳: "والحدیث ماحول علی نفی الایمان الکامل" شرح الحدیث الاربعین النوویہ صفحہ نمبر ۵
- ۴: سورة النساء ۷:۳
- ۵: سورة البقرة ۱۸۳:۲
- ۶: سورة النساء ۱۷۶:۳
- ۷: المفردات فی غریب القرآن لایام راغب اصفہانی التتوی، تحت لفظ "أخ"
- ۸: "المراۃ بالمحبة الدینیة لا المحبة البشریة" شرح الحدیث الاربعین النوویہ صفحہ نمبر ۵
- ۹: "الاولی ان یحمل ذلک علی عموم الاخوة حتی یشمل الکافر والمسلم" شرح الاربعین النوویہ صفحہ نمبر ۳۹
- ۱۰: حدیث رواہ احمد فی مسندہ عن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ: ۵: ۲۳۷، رقم ۲۲۸۸۳
- ۱۱: "المراۃ بالمحبة ارادة الخیر والمنفعة" شرح الاربعین النوویہ صفحہ نمبر ۵
- ۱۲: عن ابی هریرة ص قال قال رسول اللہ ﷺ "واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه" رواہ مسلم الحدیث السادس والثلاثون فی الاربعین النوویہ۔
- ۱۳: عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ ان اسرع الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب رواہ الترمذی و ابوداؤد۔ کتاب الدعوات، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۵ و ایضاً عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ دعوة العز المسلم لایخیه بظہر الغیب مستجابة، عند رأس ملک مؤکل کلما دعا لایخیه بخیر قال الملک المؤکل بہ امین ولک بمثل، رواہ مسلم کتاب الدعوات، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۳۔

۱۴: عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: ان احدکم مرآۃ اخیه فان رأى به اذى فليمط عنه رواه الترمذی. وضعفہ وفي رواية له ولابی داؤد: المؤمن مرآۃ المؤمن "باب الشفقة والرحمة علی الخلق. مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۳۔

مشکوٰۃ کے حاشیہ میں اس حدیث کی صرف ان الفاظ میں شرح کی گئی ہے
:"المؤمن مرآۃ المؤمن أى یرى ما فیہ من العیوب باعلامہ بہا كالمرآۃ ترى كل مافی وجه الشخص ولو كان اذنی شی فالؤمن یطلع علی عیوبہ باعلام من آخر كما یطلع علی قبائح وجهہ بالنظر فی المرآۃ فینبغی للمؤمن أن یمیط الاذى والعیب عنه ویشتغل باصلاح حالہ بأی وجه وقد یقال أن المسلم اذا رأى عیباً ونقصاً فی مسلم آخر ینبغی أن یحمل أن هذا عیبہ ونقصانہ یرى فیہ فیتنبہ ویرجع الی نفسه فیکون فی مقام ازالتہ واصلاح حالہ وهذا معنی صحیح دقیق ولكن سوق الحدیث ینافی هذا المعنی ۱۲ لمعات".

۱۵: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من ستر مسلماً سترہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ رواه مسلماً الحدیث السادس والثلاثون فی الاربعین النوویہ.
۱۶: من الامار والاکابر بحوالہ شرح الحاۃ النفسیہ لعلامہ سعد الدین قنطاری صفحہ ۲۰ ناشر مکتبہ غیر کثیر آرام بارغ کراچی

۱۷: ترجمہ: "میں صرف اصلاح چاہتا ہوں" سورۃ ہود ۸۸:۱۱

۱۸: ترجمہ: "ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے اور نہ کوئی شکریہ" سورۃ الدھر ۹:۷۶

۱۹: عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ الفضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر۔ رواه الترمذی والیہوداؤد ابن ماجہ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ صفحہ ۳۲۲ القادوق۔۔۔ علامہ شبلی نعمانی ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور صفحہ ۳۷۔

۲۰: ترجمہ: "پس میرا چہا ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے" سورۃ یوسف ۱۸:۱۲

۲۱: سورۃ یوسف ۱۶:۱۰

۲۳: سورۃ النساء ۵۸:۴

۲۴: سورۃ آل عمران ۳۱:۳

۲۵: عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ" ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷ باب ماجاء فی الشکر، مطبع مجاہد پاکستان لاہور: ۱۹۳۵ء۔

۲۶: عن عائشہ رضی اللہ عنہا عن النبی ﷺ رواه احمد ۶:۶۸ بحوالہ، من صحاح الاحادیث القصار للناشنۃ الصغار صفحہ ۵۹۔ مؤلف:- محی الدین عوامہ دارالابشار الاسلامیہ (بیروت) لبنان۔

۲۷: سورۃ التوبہ ۱۱۹:۹

۲۸: شعر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ:

۲۹: دم عارف نیم محمد ہے اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شیب آئے میر شانی سے کلیں دو قدم ہے (بال جبریل)
عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ رواه البخاری ۴۹۶:۶ (۳۳۶۱)۔

حصہ ب

۳۰: رواہ طبرانی بحوالہ نقوش رسول نمبر جلد ۲، صفحہ ۳۵۔ ادارہ فروغ اردو لاہور جنوری ۱۹۸۳

۳۱: سورۃ الحجرات ۱۲:۴۹

۳۲: سورۃ النور ۲۴:۲۳

۳۳: "الذین اذا رؤ و ذکر اللہ" سنن ابن ماجہ ۲: ۱۳۷۹ رقم ۳۲۳۱:

۳۴: الحدیث بحوالہ نور الانوار صفحہ ۲۶ طبع اول ۱۹۸۸ء مطبع آفتاب عالم پریس لاہور صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳۶

۳۵: رواہ ابن ماجہ عن معاویۃ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بحوالہ من صحاح الاحادیث الصغار ایضاً

۳۶: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صفحہ ۳۲۹ مشکوٰۃ باب الحذر والتانی فی الامور۔

۳۸: عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ رواه الترمذی ایضاً۔

۳۹: عن سهل بن سعد الساعدی عن النبی ﷺ رواه الترمذی۔

۴۰: عن واثلة قال قال رسول الله ﷺ رواه الترمذی - مشکوٰۃ باب الغیۃ والشم
صفحہ ۴۱۴

۴۱: حدیث عن عمر بن الخطاب و ابی ہریرہ قال قال رسول الله ﷺ
ما من رجل رانی مبتلی فقال الحمد لله .. تفضیلاً الا لم یصبہ ذالک
البلاء کائناً ما کان رواہ ترمذی و ابن ماجہ مشکوٰۃ باب الدعوات فی
الاولیات صفحہ ۴۱۴

۴۲: مخلصاً ضیاء النبی جلد ۳ صفحہ ۱۸۰ پیر کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن لاہور ایڈیشن اول۔

۴۳: عن ابی ہریرۃ باب الایثار والمواساة ریاض الصالحین ایضاً

۴۴: رواہ احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ بحوالہ قطوف من الشمائل

المحمدیہ محمد بن جمیل زینو، دار الفتح الشارقیہ الامارات العربیہ صفحہ ۶۱

۴۵: شرح الحدیث الخامس عشر فی الاربعین النوویہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔

۴۶: سورۃ النساء ۴:۲۰

۴۷: رواہ ابن ماجہ بحوالہ الجامع لاحکام القرآن، القرطبی تحت آیت قنطار۔

۴۸: سورۃ الذاریات ۵۵:۵۲

۴۹: (دارمی) فی روایۃ احمد فأحسن خلقی۔

۵۰: سورۃ التوبہ ۸۱:۹

۵۱: عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله ﷺ انظروا الی من ہو اسفل

منکم و لا تنظروا الی من ہو فوقکم فهو اجدر عن لا تزددوا

نعمۃ اللہ علیکم متفق علیہ و هذا لفظ مسلم و فی روایۃ البخاری

اذا نظر احدکم الی من فضل علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ہو

اسفل منه ریاض الصالحین لامام یحییٰ بن شرف ایضاً

”یہ کتاب ایک علمی، عملی، فکری،

اصلاحی، انقلابی، تحقیق اور دینی

کاوش ہے۔ اس کے عنوانات عقلی و منطقی

طور پر آپس میں اتنے مربوط ہیں کہ اگر آپ صرف ایک مرتبہ

شروع سے آخر تک انہیں اسی ترتیب سے پوری توجہ کے ساتھ پڑھ لیں

گے تو انشاء اللہ ساری کتاب آپ کے فکر و عمل میں رچ بس جائے گی۔“

کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ کسی شخص کو کسی بُرے کام سے روکنے کا بہترین طریقہ

یہ ہے کہ آپ اُسے کچھ نہ کہیں بلکہ اس سے صرف اتنا سوال کر لیں کہ ”کیا یہ کام تم

اپنے لئے پسند کرتے ہو؟

Do you like it for yourself? اگر اس شخص کا ضمیر زندہ ہے تو وہ

یقیناً بُرے کام سے فوراً رُک جائے گا۔

پس

“ Nine-Steps way to change the way of thinking
in a positive way which if practised a day, would
keep all negative thoughts away all
complains awya all troubles away and that too,
in a consrructive, active and effective way” .